

ماہنامہ

صوفی

اقرا باسم ربک الذی خلق

ایڈیٹر
صوفی محمد زمان راولپنڈی

۱۰ روپے

خصوصی اشاعت

جشنِ جہانگیری

خواجہ خواجگان رہبر طریقت رہبر شریعت اعلیٰ حضرت رفیع المنزلت

الحاج فقیر صوفی

محمد نقیب اللہ شاہ صاحب

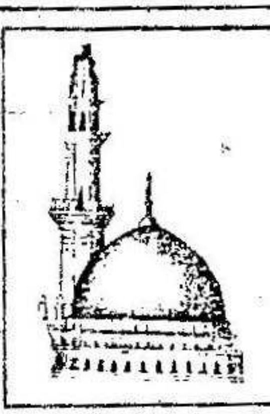
مجددی نقشبندی، قادری، سہروردی، ابو العلائی، چشتی صابری نظامی جہانگیری

اولیائے کرام و صوفیائے عظام کا سالانہ اجتماع

نظامِ اسلام ہی پاکستان کی ضمانت ہے

اقرأ باسم ربك الذي خلق (١) (القرآن)

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا (حالیؔ)



ماہنامہ سوئے حرا راولپنڈی

پاکستان

دینی تبلیغی مجلہ

رخ ہوا جو آپؐ کا سوئے حرا دو جہاں میں پھیلی خوشبوئے حرا (پارس)

جلد نمبر ٢ | ذیقعد ۱۴۱۳ھ / مئی ۱۹۹۳ء | شمارہ نمبر ٢٤ | ہر ماہ یکم کو پابندی سے شائع ہونیوالا

محمدؐ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اِس شمارے میں

چیف ایڈیٹر: صوفی محمد زمان

ایڈیٹر: عاصم جاوید عاصم

اشتہارات و تقسیم کار: خالد جاوید

اعزازی ایڈیٹر: محمد ضیاء الحق شیخ (ایم اے)

جوائنٹ ایڈیٹر: ابن آدم

مجلس مشاورت

پرنسپل: شیخ محمد ریاض ایم اے اسلامیات

مسعود حسین اعوان

صوفی محمد فرخ سجاد

عبد الرحمٰن ساجد

[redacted]

سالانہ - /٥٥ روپے

مبلغ -/٥٥ روپے منی آرڈر کر کے سالانہ خریدار بنکر پرچہ حاصل کریں

چیف ایڈیٹر و پبلشرز: صوفی محمد زمان نے جے بی پرنٹرز لیاقت روڈ راولپنڈی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سوئے حرا گلی نمبر ا مکان نمبر ٢ حافظ آباد راولپنڈی سے شائع کیا۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

ایڈیٹر: ماہنامہ سوئے حرا - گلی نمبر ا مکان نمبر ٢ مین بازار حافظ آباد، ویسٹریج ۱۔ راولپنڈی

مترجم اہل سنت والجماعت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
تفسیر : صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ خَتَمَ

ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں اللہ نے ان کے

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ

دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے ف۱۱

غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٧ وَمِنَ النَّاسِ

اور ان کے لئے بڑا عذاب اور کچھ لوگ

شانِ نزول یہ آیت ابوجہل ابولہب وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو علمِ الٰہی میں ایمان سے محروم ہیں۔ اسی لئے ان کے حق میں اللہ تعالےٰ کی مخالفت سے ڈرانا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ انہیں نفع نہ ہوگا۔ مگر حضور کی سعی بیکار نہیں، کیونکہ منصبِ رسالت عامہ کا فرض رہنمائی و اقامتِ حجت و تبلیغ علیٰ وجہ الکمال ہے۔ **مسئلہ:** اگر قوم پند پذیر نہ ہو تب بھی ہادی کو ہدایت کا ثواب ملے گا۔ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکینِ خاطر ہے کہ کفار کے ایمان نہ لانے سے آپ مغموم نہ ہوں۔ آپ کی سعیِ تبلیغ کامل ہے۔ اس کا اجر ملے گا۔ محروم تو یہ بدنصیب ہیں۔ جنہوں نے آپ کی اطاعت نہ کی۔ کفر کے معنی اللہ تعالیٰ کے وجود یا اس کی وحدانیت یا کسی نبی کی نبوت یا ضروریاتِ دین سے کسی امر کا انکار یا کوئی ایسا فعل جو عند الشرع انکار کی دلیل ہو، کفر ہے۔ ف۱۱ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کفار ضلالت و گمراہی میں ایسے ڈوبے ہوتے ہیں کہ حق کے دیکھنے سننے، سمجھنے سے اس طرح محروم ہوگئے جیسے کسی کے دل اور کانوں پر مہر لگی ہو اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہو۔ **مسئلہ:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندوں کے افعال بھی تحتِ قدرتِ الٰہی ہیں۔ ف۱۲ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کی راہیں ان کے لئے اول ہی سے بند نہ تھیں کہ جائے عذر ہوتی۔ بلکہ ان کے کفر و عناد اور سرکشی و بے دینی اور مخالفتِ حق و عداوتِ انبیاء علیہم السلام کا یہ انجام ہے۔ جیسے کوئی شخص طبیب کی مخالفت کرے اور زہرِ قاتل کھالے۔ اور اس کے دوا سے انتفاع کی صورت نہ رہے تو وہ خود ہی مستحقِ ملامت ہے۔

ف۱۳ **شانِ نزول** یہاں سے تیرہ آیتیں منافقین کی شان میں نازل ہوئیں جو باطن میں کافر تھے۔ اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (وہ ایمان والے نہیں) یعنی کلمہ پڑھنا، اسلام کا مدعی ہونا، نماز روزہ ادا کرنا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں، جب تک دل میں تصدیق نہ ہو۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جتنے فرقے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور کفر کا اعتقاد رکھتے ہیں، سب کا یہی حکم ہے کہ کافر خارج از اسلام ہیں شرع میں ایسوں کو منافق کہتے ہیں۔ ان کا ضرر کھلے کافروں سے زیادہ ہے۔ مِنَ النَّاسِ فرمانے میں لطیف رمز یہ ہے کہ یہ گروہ بہتر صفات و انسانی کمالات سے ایسا عاری ہے کہ اس کا ذکر کسی وصف و خوبی کے ساتھ نہیں کیا جاتا، یوں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی آدمی ہیں۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات سے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا اور درحقیقت انبیاء کی شان میں ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا مِنَ النَّاسِ سامعین کو تعجب دلانے کے لئے فرمایا گیا کہ ایسے فریبی مکار اور ایسے احمق بھی آدمیوں میں ہیں۔

فرمانِ رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منافقت کا انجام بد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (قیامت کے دن) ایک بندہ خدا کے حضور آئے گا۔ خدا اس سے کہے گا اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت و شرف نہیں بخشا تھا؟ کیا تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا تیرے قبضہ میں اونٹ اور گھوڑے نہیں دئیے تھے؟ اور کیا تجھے مہلت نہیں دی تھی۔ تو اپنی حکومت کو چلاتا اور لوگوں سے مالیہ وصول کرتا تھا؟ وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ اس سے پوچھے گا کیا تو سمجھتا تھا کہ ایک دن ہمارے سامنے پیش ہوگا؟ وہ کہے گا نہیں۔ تو اللہ اس سے کہے گا کہ جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھلائے رکھا اسی طرح آج میں تجھے بھلا دوں گا

پھر ایسا ہی ایک دوسرا (منکر قیامت) خدا کے حضور آئے گا اور اس سے بھی اسی طرح سوال ہوگا۔ پھر ایک تیسرا شخص پیش ہوگا اور اللہ اس سے وہی سوالات کرے گا جو پہلے دونوں آدمیوں سے کئے گئے (جو کافر تھے) تو یہ جواب میں کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا تھا، میں نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، تیری راہ میں اپنی دولت خرچ کرتا تھا (حضور نے فرمایا) اور اسی طرح پوری قوت سے اپنے اور بہت سے "نیک کام" گنائے گا۔ تب اللہ تعالی اس سے کہے گا، بس رک جاؤ۔ پھر اللہ فرمائے گا، ہم ابھی تیرے خلاف گواہی دینے والا بلاتے ہیں۔ تو وہ اپنے جی میں سوچے گا کہ بھلا وہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے گا۔ پھر اس کے منہ کو مہر لگا کر بند کر دیا جائے گا۔ (کیونکہ یہ اللہ کے حضور بھی جھوٹ بولنے سے نہ شرمائے گا۔ (مسلم۔ ابو ہریرہ رض)

اداریہ

آتشبازی اور پتنگ بازی

آتش بازی اور پتنگ بازی یہ دونوں ایسے قبیح فعل ہیں جس سے ہر سال کروڑوں روپے کا ضیاع ہوتا ہے اور سینکڑوں بے گناہ اور معصوم جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں۔ مگر نہ تو ان معصوم جانوں کا قوم کو احساس ہے اور نہ ہی حکومت کی اس طرف توجہ ہے جس کی وجہ سے یہ قبیح فعل ترقی پر گامزن ہے۔ اور اب حالت یہ ہے کہ پاکستان میں بسنت منایا جا رہا ہے کتنا شرم کا مقام کہ ہم ایک غیر قوم کا دن منا رہے ہیں جو قوم ہماری دشمن ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم کسی اپنے دینی۔ بزرگ کا دن مناتے اور ان کی دینی خدمات اپنی نئی نسل کے ذہن نشین کرتے۔ لیکن افسوس کہ اس کے برعکس ہم غیروں کے دن منا رہے ہیں۔ پچھلے دنوں اسلام آباد میں بسنت کا دن منایا گیا جو ہمارے ازلی دشمن کا تہوار ہے۔ اخبارات میں تصویریں دیکھ کر ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں کہ اس سال تو خواتین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ حکومتی مشینری خاموش تماشائی بن کر تماشا دیکھتی رہی۔ ہم حکومت پاکستان سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قبیح فعل کے مرتکب حضرات کا محاسبہ کیا اور ان ہر دو فعل کو ممنوع دے کر پابندی لگائی جائے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سرعام سزا دی جائے تاکہ یہ معصوم جانیں ضائع نہ ہوں۔

ایڈیٹر

حمدِ باری تعالیٰ

گلستانِ شعورِ آگہی کا باغباں تو ہے
حریمِ قلبِ انساں میں ازل سے ضو فشاں تو ہے

تیری قدرت کے مظہر کوہ دشت و بحر و صحرا ہیں
فروغِ دیدۂ خورشید و ماہ و کہکشاں تو ہے

کسی کے در پہ ہم تیرے سوا کیوں ہاتھ پھیلائیں
تو ہے مشکل کشا، صاحبِ روائے دو جہاں تو ہے

محیطِ جملہ مخلوقاتِ عالم ہے تیری ہستی
خیالوں پر ہے حاوی، دلوں پر حکمراں تو ہے

ہمارے ظاہری حالات پر بھی ہے نظر تیری
ہمارے باطنی احوال کا بھی رازداں تو ہے

جلالؔ زار سر تا پا گناہوں سے ہے آلودہ
عطا و بخشش و رحمت کا بحرِ بیکراں تو ہے

—— پروفیسر قاسم جلالؔ ۔ بہاولپور

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

بیاں کیا کروں میں مقامِ رسول ﷺ
لکھا ہے فلک پر بھی نامِ رسول ﷺ

خزینہ رحمت مجھے مل گیا
لبوں پہ ہے جاری نامِ رسول ﷺ

میں پیاسا ہوں مدت سے شاہِ امم
مجھے بھی عنایت ہو جامِ رسول ﷺ

نہاں ہے جمالِ بصیرت اسی میں
دلوں کی ضیاء ہے پیامِ رسول ﷺ

جہانِ عقیدت کا مظہر یہی ہے
درخشاں ازل سے ہے نامِ رسول ﷺ

ہے میرا مقدر بھی کتنا فزوں
اک ادنیٰ سا میں ہوں غلامِ رسول ﷺ

لکھی نعت میں نے تو سب نے کہا
ملا ہے مجھے بھی انعامِ رسول ﷺ

—— احمد ادریس احمد ۔ گوجر خان

سلسلۂ عظیم لوگ

حضرت مخلص الرحمٰن جہانگیر شاہ رح

محمد فرخ سجاد

شیخ العارفین سید مخلص الرحمٰن جن کا لقب جہانگیر شاہ قدس سرہٗ تھا۔ آپ سندی سادات خاندان میں سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام گرامی سید غلام علی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہے۔ سلسلہ معاش میں آپ کا تعلق وکالت اور زمینداری سے تھا۔

اس خاندان کا اکابر عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور ملازمت شاہی کے سلسلے دہلی میں رہے۔ جب سلاطین دہلی کے سیلاب فتوحات کا رخ بنگال کی جانب ہوا۔ تو اس لشکر کے ساتھ "سادات بنی فاطمہؓ" سے دو بزرگ تشریف لائے اور وہ چاٹگام میں ہی آباد ہو گئے۔ بفضل خدا ان کی نسل سے دو بستیاں آباد ہو گئیں۔ یہ دونوں بزرگان سادات اس علاقے میں آج بھی بڑے میاں اور چھوٹے میاں کے نام سے مشہور ہیں۔ اور قصبہ بانگ تھانہ انوارہ ضلع چاٹگام انہیں کی اولاد سے آباد ہے۔ حضرت شیخ العارفین مخلص الرحمان جہانگیر شاہ انہیں سادات بنی فاطمہؓ آل رسول کے چشم و چراغ ہیں۔

آپ دوشنبہ ۱۲۲۹ھ موضع مرزا کھیل شریف ضلع چاٹگام میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم وہیں پر حاصل کی۔ مروجہ تعلیم کو ختم فرمانے کے بعد آپ نے علوم کی تحصیل و تکمیل کی خاطر کلکتہ کا سفر فرمایا۔ مختلف علوم کی تحصیل اس شوق اور محنت و مستعدی کے ساتھ فرمائی کہ آپ چند سال میں ایک اعلیٰ پایہ کے عالم بن گئے۔

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ کے دل میں ذوق و شوق محبت الٰہی نے غلبہ کیا اور آپ نے خیال کیا کہ اصلی علم معرفت خدا اور عرفان ذات باری ہے۔ اور یہ علم شیخ کامل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے آپ کو شیخ کامل کی تلاش ہوئی۔ اس تلاش اور جستجو میں کلکتہ سے آپ لکھنؤ جناب مولانا برہان صاحب فرنگی محلی کی خدمت پہنچے اور اپنا مقصد بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت امداد علی بھاگلپوری اس زمانہ میں شیخ کامل و اکمل ہیں۔ ان کا قلب نورانی ہے۔ آپ کا مقصود انشاء اللہ ان کی خدمت و صحبت سے حاصل ہوگا آپ وہاں جائیں۔ میں حزب البحر کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت دے کر رخصت کرتا ہوں۔ پس آپ نے لکھنؤ سے بھاگلپور کا قصد کیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت امداد علی سرہٗ قدس اس وقت بعہدۂ صدر اعلیٰ بکسر میں معمور ہیں آپ وہاں سے بکسر میں تشریف لے گئے۔ بیعت سے مشرف اور آپ حضرت شیخ رح کی خدمت و حضوری میں چھ مہینے رہے اسی دوران میں اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق آپ اپنے دادا مرشد سیدنا حضرت شاہ مہدی قادری فاروقی رح کی خدمت میں بمقام چھپرہ شریف حاضر ہوئے۔ چند روز کے بعد پھر اپنے حضرت پیر و مرشد قبلہ شاہ امداد علی کی خدمت میں بھاگلپور حاضر ہوئے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس ششماہی عرصہ میں آپ کی تعلیم باطنی درجہ کمال کو پہنچی اور حضرت شیخ شیوخ العالم نے باشارات غیبی آپ کو "خلافت" اور "اجازت" دی اور لقب جہانگیر شاہ سے ملقب فرما کر رخصت فرمایا اور آپ دولت سرمدی سے مالا مال وطن تشریف فرما ہوئے۔

آپ نے دینی علوم ظاہری کا سلسلہ درس جاری فرمایا۔ آپ

کے حلقہ درس سے بے شمار لوگ فارغ التحصیل اور سلسلہ طریقت بہت لوگ مرید اور داخلِ ارادت ہوئے۔ آپ تمام عمر درسِ حدیث و تفسیر میں مصروف رہے ظاہری و باطنی علم و فضل کے اعتبار سے بھی آپ اپنے زمانہ میں سب سے فائق تھے لوگ آپ کو "بڑے مولانا" کے لقب سے یاد کرتے تھے اور معززین آپ کی پالکی کندھوں پر اٹھاتے تھے وسعتِ معلومات اور ذہانت کا یہ عالم تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کسی کتاب کو ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد اس کا مضمون چودہ برس تک یاد رکھ سکتا ہوں۔"

آپ کی تصنیف کا نام "شرح الصدر" ہے اس میں معجزہ و کرامات اور وسیلہ و شفاعت کا نہایت مدلل اور دل نشین طریقہ سے اثبات فرمایا ہے۔ آپ کی علمی استعداد کے بے شمار واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ چوہدری رحمت علی صاحب اور بابو ہرکمار رائے صاحب منصف میں بسلسلہ حقانیتِ اسلام اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی کہ مُردوں کو جلانا بہتر ہے یا دفن کرنا۔ آخر یہ طے پایا کہ علماء اور پنڈتوں کو جمع کر کے مناظرہ کرایا جائے۔

چنانچہ مجلسِ مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ بہت سے مولوی اور سترہ پنڈت جمع ہوئے۔ اور حضرت مخلص الرحمٰن جہانگیر شاہ علماء کی طرف سے اس موقع پر خدمتِ اسلام کے لئے بلائے گئے۔ آپ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ نہایت شیریں گفتار اور حاضر جواب تھے۔ آپ مناظرہ کی مجلس میں تشریف لے گئے معمولی بات چیت کے طور پر آپ نے پنڈت صاحبان سے دریافت کیا۔ آپ لوگ اپنے گھروں کے کوڑے کرکٹ کو کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا گھر سے نکال کر باہر پھینک دیتے اور جلا ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اچھا یہ بتائیں کہ اپنے قیمتی سامان اور روپے پیسے اور زر و جواہر کو کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا احتیاط اور حفاظت کے ساتھ صندوقوں خزانوں اور دفینوں میں رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "بس فیصلہ ہو گیا" ہم لوگ اپنے مُردوں کو زر و جواہر سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ اسلئے احتیاط و حفاظت اور عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیتے ہیں۔ اور آپ لوگ گھر کے کوڑے کرکٹ کی طرح باہر نکالتے اور جلا دیتے ہیں۔ اس سادہ اور عام فہم گفتگو سے مخالفین حیرت زدہ ہو کر رہ گئے اور کسی سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ پنڈت ہرکمار رائے اس وقت سے حضرت کے ایسے شیدائی ہوئے۔ خدمتِ اقدس میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔

آپ نے کامل تیس ۳۰ برس کا زمانہ مجاہدہ شدیدا اور ریاضتِ شاقہ میں خلوت اور خاموشی کے ساتھ بسر فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے "ہم نے اللہ کے فضل سے اس قدر ریاضت و محنت کی ہے کہ مریدوں کو زیادہ ریاضت کی ضرورت نہ ہوگی۔ ایک اور جگہ آپ نے فرمایا" پیر کی محنت اور ریاضت کا اثر مرید پر ضرور پڑتا ہے۔"

آپ ہمیشہ لوگوں سے چھپ کر یادِ الٰہی، ذکر و فکر اور مراقبہ و مشاہدہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ رات کو پانی کا ایک آفتابہ آپ کے حجرہ میں رکھ دیا جاتا تھا۔ جو صبح کو خالی ملتا تھا اور یہ کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ رات کب اور کس وقت وضو فرمایا۔ نیند کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی آپ کو آواز دیتا بیدار ہونے والے کی طرح فوراً جواب دیتے۔ آپ ہمیشہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے پروردگار! ایسی تونگری سے بچا جو مجھے غفلت میں ڈالے اور ایسی غریبی سے بچا جو تیری یاد سے غفلت پیدا کرے۔

آپ فرماتے تھے کہ "غفلت اور سستی" شریفوں کا شعار نہیں بلکہ غلاموں کا شعار ہے شرافت اور نجابت کی بقا محنت کشی اور چستی میں ہے۔ آپ دینی یا دنیوی مشغول سے کبھی بے کار نہیں رہتے تھے۔

ممکنات قوتِ مردانِ کار
گردد از مشکل پسندی آشکار

آپ سنتِ رسول ﷺ پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ تمام عمر کبھی قہقہہ نہیں لگایا رسولِ مقبول ﷺ کی رفتار ایسی تھی کہ ہمیشہ قدم جما کر چلتے تھے جس طرح پہلوان چلتے ہیں آپ کا چلنا اسی طرح سے تھا۔

آپ کا باطنی درجۂ کمال اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ ایک درویش جن پر جذب غالب تھا۔ اس نواح میں رہتے تھے۔ اُن پر ایک ایسا زمانہ گزرا کہ ہر شخص جو سامنے آتا پوچھا کرتے فَتَحنا کہاں گیا۔ انہیں ہر وقت اسی فَتَحنَا اور اسی کی دھن تھی۔ کون تھا جو اِن کے سوال کا جواب دے کر اُن کی تسلی کرتا ہر ایک سے یہی سوال کرتے اور جواب نہ پا کر مایوسی اور حسرت سے منہ دیکھنے لگتے۔ ایک روز حضرت شیخ العارفینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی بات دریافت کی جیسے ہر ایک سے پوچھا کرتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا "کل صبح آجانا" وہ چلے گئے اور صبح کے انتظار میں آدھی رات سے ہی خانقاہ کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ العارفینؒ نے فجر کی نماز کے بعد اُن سے ملاقات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں باروحانیت حضرت غوث الثقلینؒ نے آیت پاک "اِنَّا فَتَحنَا لَكَ فَتحًا مُّبِينًا" تعلیم فرمائی گئی تھی۔ جسے جذب کی حرارت اور دماغ کے گرم ہو جانے کی وجہ سے تم یاد نہ رکھ سکے اس کھوئی ہوئی نعمت کو پا کر وہ درویش اصغر علی شاہ بے حد شادمان ہوا اور جذب کی بجائے اِن کی حالت میں سکون اور سلوک پیدا ہوا۔ اکثر اِن کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

آپؒ کا شمار ان نادر اولیا میں ہوتا ہے جنہیں موت کی اطلاع آثار موت سے پہلے دی جاتی ہے۔ آپ کو بھی عالم غیب سے تین بار اطلاع مل چکی تھی اور آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ہماری وفات کا دن دوشنبہ (پیر کا دن) ہے۔ آپ نے پانچ سو روپے مصارف تجہیز و تکفین کیلئے امانت رکھ دیئے اور فرمایا میری قبر متصل خانقاہ تالاب کے مغربی شمالی گوشے میں بنائی جائے۔ اپنے بیٹے قبلہ شاہ صاحب عبدالحئیؒ کو اپنا سجادہ نشین مقرر کیا قلمدان۔ گدی عصا اور کتابیں وغیرہ انہیں دینے کو کہا۔ آپؒ کا ۷۳ سال کی عمر شریف میں ۱۳۰۳ھ ۱۲ ذیقعد بروز دوشنبہ کو وصال ہوا۔ سلسلۂ جہانگیری آپ کی ذات مقدس سے منسوب ہے۔ آپ مذہباً حنفی۔ بیعتاً قادری مشرباً ابوالعلائی چشتی ہیں۔

مخدوم زمن شاہ محمد محسن صابری چشتی رامپوری قدس سرہٗ کے فرمان کے مطابق خواجۂ خواجگان حضرت الحاج فقیر صوفی نقیب اللہ شاہ صاحب دامت برکاتہم آپ کا سالانہ عرس "جشن جہانگیری" ہر سال ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذیقعد بمقام نقیب آباد شریف ضلع قصور میں بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ — محمد فرخ سجاد

جشن جہانگیری

سالانہ عرس مبارک بمطابق ۳-۴-۵ مئی ۱۹۹۳ء زیر قیادت حضرت الحاج فقیر صوفی نقیب اللہ شاہ صاحب بمقام نقیب آباد شریف، منعقد ہو رہا ہے۔ وابستگانِ سلسلہ عالیہ کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے

منجانب : ماہنامہ سوئے حرا۔ راولپنڈی

حیات بعد الممات کا تصور

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی : ایم اے ایل ایل بی (پی ایچ ڈی)

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے حضور اکرمؐ سے پوچھا قیامت کے دن شہداء کے ساتھ کوئی اور بھی ہوگا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ وہ شخص ہوگا جو دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا۔

امام غزالیؒ نے مکاشفۃ القلوب کے ص۳۸ پر لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ نے موت کی تلخی اور سختی کے بارے میں سوال کیا سرکار دو عالمؐ نے جواب دیا کہ موت کی تلخی یا سختی اسقدر ہوگی جیسے تلوار کے ساتھ تین سو ضربیں انسان کے جسم پر لگائی جائیں۔

جب نبی اکرمؐ اس دنیا سے الوداع ہونے لگے تو آپ اپنے مبارک ہاتھ کو بار بار پانی میں ڈبوتے تھے اور پیشانی مبارک پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتَ الْمَوْتِ (اللہ مجھ پر موت کی تخویف کو آسان فرما دے)

اس وقت حضرت فاطمہؓ آبدیدہ ہوئیں تو حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ کہ تیرے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

میں حیات بعد الممات کے بارے میں آج قرآن حکیم کی روشنی میں گفتگو کرونگا موت کے وقت مندرجہ ذیل کیفیات ہوتی ہیں۔ یعنی جب موت کا وقت ہوتا اور روح قبض ہو رہی ہوتی ہے تو اسوقت انتہائی تکلیف کی کیفیت ہوتی ہے۔

۱۔ اگر انسان نیک تھا تو حسین و جمیل شکل میں ملک الموت اسکو نظر آتے ہیں۔

۲۔ اور اگر بد عمل تھا تو ملک الموت بڑی خوفناک اور ڈراؤنی شکل میں اسے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس کی روح کو قبض کر لیا جاتا ہے۔

۳۔ تیسری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب ایک انسان اس دنیا سے الوداع ہو رہا ہوتا ہے تو اس وقت دو محافظ فرشتے اسے نیکی اور بدی کا اعمالنامہ دکھا دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ موت کے وقت انسان کو دوزخ اور جنت کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے اگر وہ جنت میں ہے تو کس مقام پر ہے اگر دوزخ میں ہے تو اس کا مقام یا جگہ کونسی ہوگی۔ اسے موت کے وقت یہ کیفیات دکھائی جاتی ہیں۔ لکھا ہے کہ موت کی سختی درود پاک سے دور ہو جاتی ہے اور موت آسان ہو جاتی ہے ایک شخص حضورؐ پر درود پاک پڑھتا رہا تو اسے موت اسطرح آئے گی جیسے اسے نیند محسوس ہو رہی ہو حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب الروح میں آئندہ آنے والی زندگی کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب ایک گنہگار انسان کی روح کو قبض کیا جاتا ہے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ فرشتوں کی جماعت بدبودار ٹاٹ لئے ہوئے انتظار میں ہوتی ہے اور ملک الموت بڑی سختی سے اس روح کو قبض کر کے فرشتوں کی قطار کے حوالے کر دیتے ہیں جو ان بدبودار ٹاٹوں میں اس روح کو لپیٹ لیتے ہیں اور جب پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس روح کو اجازت نہیں کہ وہ خالق حقیقی کے سامنے پیش ہو چنانچہ اس روح کو زمین پر پھینک دیا جاتا ہے اور اسے قبر میں قید کر دیا جاتا ہے اور اس پر لگاتار عذاب الہی مسلط کیا جاتا ہے۔

لیکن اگر وہ نیک روح ہے تو اسے علیین کی روح کہیں گے اور ملک الموت بڑی شفقت سے اس روح کو قبض کرتے ہیں اور فرشتوں کی ایک قطار کے ہاتھ میں خوشبودار لباس ہوتا ہے جو اسے اس لباس میں لپیٹ لیتے ہیں اور مرحبا کہتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ اس طرح شفقت سے فرشتے پیش آتے ہیں۔ جیسے ماں ممتا کی وجہ سے اپنے بچے کو اپنے سینے سے لگا لے۔ چنانچہ جب وہ پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو وہاں کے دربان فرشتے اس روح کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس روح کو وصول کرتے ہیں اور اس کے بعد پہلے آسمان سے دوسرے تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان تک یوں استقبال ہوتا ہے اور یہ روح خالق حقیقی کے سامنے اس وقت تک سجدہ ریز رہتی ہے جب تک کہ اس کی میت کو تجہیز و تکفین نہیں ہو جاتی۔ جب تجہیز و تکفین ہو جاتی ہے تو پھر حکم ہوتا ہے کہ تم سوال و جواب کیلئے واپس جاؤ۔

چنانچہ حدیث شریف میں اس حد تک آیا ہے کہ جب تک ایک انسان کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو چیونٹیوں کے قدموں کی آواز بھی سن لیتا ہے۔ مگر قبر کے سوا کوئی اس سے بات نہیں کر سکتا۔ یہ حدیث شریف مکاشفۃ القلوب میں امام غزالیؒ نے بیان فرمائی ہے۔

قبر میں اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کونسا تھا؟ اور تیرا نبی کون تھا؟ چنانچہ اگر وہ گنہگار انسان ہے تو بہرے، اندھے اور گونگے فرشتوں کو مقرر کر دیا جاتا ہے جو کہ لوہے کی گرزوں سے اس میت کو عذاب دیتے ہیں۔ ساٹھ فرشتے جن کے کپڑے آگ کے اور گندھک کی شعلوں میں ہوتی

وہ اسے ڈستے ہیں اور اس پر لگاتار عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ قبر یا تو دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے جب ایک ایماندار شخص کو اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی تمام قبر سبز باغ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اسکی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی ہے کہ حدیث پاک بھی امام غزالیؒ سے مکاشفۃ القلوب کے ص ۳۹۳ پر درج کی ہے۔

پھر اگر وہ بدبخت انسان گنہگار تھا کہ تو اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور اسکی ہڈیاں بھینچ دی جاتی ہیں اور اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے

کافر کے بارے میں ہے کہ اس پر ایک اژدھا (سانپ) مقرر کر دیا جاتا ہے جس کا نام تنین ہے۔ تنین دراصل ننانوے سانپوں کا مجموعہ ہے کہ سانپ کے سات سر ہیں جو کہ اس کے جسم کو نوچتے ہیں اس کو ڈنگ مارتے ہیں اور زہریلی پھونک سے اس کو عذاب دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں درج ہے کہ سورۃ التکاثر کی آیت مبارکہ نمبر ۶ سے سات ملاحظہ ہوں۔ (ترجمہ)

(تمہیں یقیناً دوزخ میں ڈالا جائے گا اور تم یقین کی آنکھ سے اسے دیکھو گے)

چنانچہ ہمیں جنت، دوزخ، لوح محفوظ، عرش کرسی کے بارے میں تصورات قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں ملتے ہیں۔ قرآن حکیم میں دوزخ کی منظر کشی بھی کر دی گئی ہے۔

سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۴۴ میں ہے کہ: (ترجمہ)

(دوزخ کے علیحدہ علیحدہ دروازے ہوں گے)

اور ہمیں اسلامی کتب میں سات درجات کا جو تصور ملتا ہے وہ حسب ذیل ہے:- (۱) جہنم (۲) حطمہ (۳) سعیراً (۴) سقراً (۵) جحیم اور ہاویہ وغیرہ سب سے نچلی سطح ہاویہ کہلاتی ہے جہاں منافقین کو ڈالا جائے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو میرے امتی پر تلوار اٹھاتا ہے اس کیلئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

دوزخ کے بارے میں حضرت جبرائیلؑ سے سوال کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے جواب دیا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو اس کا رنگ سرخ ہو گیا پھر اسکو ہزار سال جلایا گیا تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر ایک سوئی کے برابر بھی سوراخ کر دیا جائے اور اہل دنیا کو وہ نظارہ دکھایا جائے تو تمام اہل دنیا مر جائیں گے اس کی بدبو کی وجہ سے اسکے چہرے کی خوفناکیوں کی وجہ سے دوزخ کے سلسلے میں ہمیں ایک اور تصور وادی ویل کا بھی ملتا ہے، ویل دراصل ایک وادی کا نام ہے، جو اتنی گہری ہے کہ اس میں کوئی پتھر پھینک دیا جائے تو ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے اور یہ ریاکاروں کیلئے تیار کی گئی ہے اس کا نام جُبُّ الحزن بھی ہے یعنی غم کا گڑھا۔ یہ دوزخ کی وہ وادی ہے جس سے دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے۔ دوزخ میں ستر ہزار وادیاں ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ موجود تھے اچانک انہوں نے ایک پتھر کے گرنے کی آواز سنی تو صحابہ کرامؓ سے آپؐ نے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی آواز تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ وہ پتھر ہے جو آج سے ستر سال پہلے دوزخ میں گرا تھا اور آج وہ دوزخ کی تہہ تک پہنچ چکا ہے۔ تو اس حدیث مبارک سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوزخ کی گہرائی کس قدر زیادہ ہے۔ دوزخ میں گندھک کی وادیاں ہیں۔ دوزخ میں بچھو ہیں اور ایک طویل عذاب کا سلسلہ ہے۔

ترمذی، ابن حیان اور الحاکم نے لکھا ہے کہ اس دن سر پہ ابلتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا اس کیلئے قرآن میں لفظ "حمیم" استعمال ہوا ہے۔ پگھلا ہوا تانبا سر پر ڈالا جائے گا۔ اس کیلئے قرآن حکیم میں ارشاد موجود ہے سورۃ ابراہیم میں ہے کہ اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے جسم کی انتڑیاں کٹ جائیں گی)

سورۃ ابراہیم میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے کہ انہیں پیپ پلائی جائے گی، ایک اور جگہ ہے کہ انہیں تھوہر کی خوراک کھلائی جائے گی۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ عذاب خاطر جسم کو بڑھایا جائے گا۔ کافر کے کان اور کندھے کے درمیان تیز رفتار سوار کا تین دن کا فاصلہ ہوگا۔ مسند احمد میں حدیث شریف ہے کہ کافر کی داڑھ کو احد پہاڑ کی طرح بڑھا دیا جائے گا۔ اس کی ران کوہ بیضاء کی طرح بڑھا دی جائے گی اور اسکے چمڑے کی موٹائی ۴۲ گز تک کر دی جائے گی ایک اور جگہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کافر کی زبان فرسخ تک بڑھی ہوگی اور اس کے قدموں کے نیچے روندی جاتی ہوگی فرسخ قدیم پیمانہ ہے جو کہ آٹھ کلومیٹر کے برابر ہے بعض بدبخت ایسے ہوں گے ان کے کانوں کی لو سے لیکر کندھے تک سات سو گز کا فاصلہ ہوگا اگر ایک شخص لگاتار سات سو برس تک پیدل چلتا رہے تو جتنا فاصلہ وہ طے کرے گا اتنا فاصلہ ایک گنہگار انسان کے کان کی لو سے لیکر اس کے کندھے تک کا ہوگا۔ ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کی جلد کی موٹائی بڑھا کر ستر گز تک کر دی جائے گی اور اس داڑھ احد پہاڑ کے برابر بڑھا دی جائے گی۔

امام غزالیؒ اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب کے صفحہ ۱۷۲ پر سورۃ النساء کی آیت مبارکہ نمبر ۵۶ درج کرتے ہیں۔ (ترجمہ) کہ ہم ان کو عذاب کا مزا چکھانے کے لیے اُن کی جلدوں کو جلائیں گے اور بدل دیں گے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت کعب بن احبارؓ جو کہ تفسیر کے ماہر تھے سے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ انسان کی جلد کو ایک گھڑی یا ایک دن میں کتنی بار جلایا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ چھ ہزار بار روزانہ بنی آدم کی جلد کو جلایا جائے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ مکاشفۃ القلوب کے صفحہ ۳۳۱ پر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار میں نو سو ننانوے اشخاص دوزخی ہیں اور ایک کی بخشش ہو سکے گی۔

اُس دن موت سفید اور سیاہ مینڈھے کی طرح پیش ہوگی اور اسے دوزخ اور جنت کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا اے اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہو موت نہیں ہوگی۔ پھر موت کا تصور قطعی طور پر ختم ہو جائے گا اور ایک حیاتِ جاوداں کا آغاز ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیامت کی ہولناکیوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیلؑ کے منہ میں عرش کی طرف صور لیے ہوئے ہر وقت کھڑے ہیں اور حکم کے منتظر ہیں کہ کب حکم ہو کہ صور کو بجا دیا جائے۔ صور ایک سینگ ہے جو کہ نور کا بنا ہوا ہے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ صور کو تین دفعہ پھونکا جائے گا۔ پہلے کو گھبراہٹ کی پھونک کہتے ہیں دوسرے کو بے ہوشی کی پھونک اور تیسرے کو دوبارہ زندہ کرنے کی پھونک کہتے ہیں۔ لوگ ٹڈیوں کی طرح نمودار ہوں گے۔ پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پھٹے گی اور آپؐ جنت کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ سورۃ مریم کی آیت نمبر ۸۶ میں لکھا ہے کہ:

ترجمہ (ہم اسی دن متقی لوگوں کو رحمٰن کی طرف وفد کی صورت میں لے جائیں گے مہمان کے طور پر اور ہم گنہگاروں کو جہنم میں پیاس کی حالت میں ہانکیں گے)

قرآن حکیم میں لکھا ہے کہ جب انسان کا حساب کتاب شروع ہوگا۔ تو ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اس دن چار باتوں کا سوال کیا جائے گا۔

(۱) عمر کس کام میں فنا کر دی (۲) بدن کس کام میں بوسیدہ کر دیا (۳) علم پر کس قدر عمل کیا (۴) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

اس طرح حدیث شریف سے ہمیں کرسی، عرش، مقربین ملائکہ کا تصور ملتا ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ نمبر ۲۵۵ میں لکھا ہے (ترجمہ)

(اللہ کی کرسی یعنی سلطنت تمام زمین اور آسمانوں پر پھیلی ہوئی ہے)۔

شریعت اسلامیہ ہمیں فلک الافلاک، فلک، اطلس، فلک ہشتم اور فلک بروج کا تصور پیش کرتی ہے۔ اس دن اعمال تلیں گے اور اعمال کو اجسام عطا کر دیئے جائیں گے۔

حضرت عائشہؓ نے نبی اکرمؐ سے پوچھا کہ کیا اس دن کوئی کسی کو یاد رکھے گا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اس وقت کوئی کسی تین اوقات پر یاد نہ رکھ سکے گا۔ (۱) یعنی جب ترازو میں تلنا ہوگا (۲) جب اعمال نامہ ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اگر گنہگار ہے تو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پیچھے سے دیا جائے گا اور اگر نیک تھا تو پھر دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (۳) اس وقت کوئی کسی کو یاد نہ رکھ سکے گا جب پل صراط سے گزرتا ہوگا۔ پل صراط استرے کی طرح تیز ہے اور یہ دوزخ کے درمیان واقع ہے اور ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ تلواروں کی طرح تیز اور بال کی طرح باریک ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ تو پل صراط پر سے گزرتے ہوئے فوراً اس میں گر جائیں گے بعض آندھی کی طرح گزریں گے بعض کو آگ جھلس دے گی لیکن وہ بچ جائیں گے بعض گھوڑے کی رفتار سے گزر جائیں گے بعض عام انسان کی رفتار کی مانند اس کو عبور کریں گے۔

قرآن حکیم میں میدان محشر کا بھی تصور ملتا ہے۔ سورۃ زمر کی آیت نمبر ۶۸ میں ہے ترجمہ (کہ دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور پھر وہ کھڑے ہو کر انتظار کریں گے)۔ یہ میدان محشر کی طرف اشارہ ہے۔ پہاڑ، درخت، وادیاں الغرض تمام اجرام فلکی زیر و زبر ہو جائیں گے۔ آسمان، ستارے، چاند سب ختم ہو جائیں گے اور حدیث شریف میں ہے کہ آسمان پانچ سو سال تک پھٹتا رہے گا اور ظاہر ہے جیسا کہ پروفیسر ہاروے نے کہا تھا کہ روشنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر طے کرتی ہے لیکن آج تک اہل زمین تک بعض ستاروں کی روشنی ابھی تک نہیں پہنچ سکی۔ بعض اجرام فلکی اتنے دور ہیں تو ظاہر ہے ایسے وسیع تر نظام کے درہم برہم ہونے میں اور اس کے ٹوٹنے میں یقیناً پانچ سو برس صرف ہوں گے۔

قرآن حکیم ہمیں تصور دیتا ہے کہ آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنا شروع ہو جائیں گے۔ اس دن ہر شخص شرمندگی اور اپنے گناہ کے پسینے میں ڈوب رہا ہوگا۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے جو عقبہ بن عامرؓ نے بیان فرمائی ہے کہ بعض کا پسینہ ایڑیوں تک بعض کا رانوں تک بعض کا کہنیوں تک اور بعض کا منہ تک اور بعض کو پسینہ ڈبو رہا تھا۔

ساتوں آسمان اور زمین کے فرشتے، جنات، شیاطین اور جنگلی جانور درندے اور پرندے سب کا ہجوم ہوگا۔ اس دن سورج کی گرمی، شرم کی آگ سے دلوں کا جلنا یہ کیفیت ہوگی۔ اور امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس دن بادشاہ چیونٹیوں کی طرح روندے جا رہے ہوں گے اس دن آنکھیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی ہوں گی۔ اور چالیس برس تک انتظار کرنا ہوگا۔ اسی دن مخلوق کا فیصلہ کس طرح ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ مفلس کون ہے؟ چنانچہ نبی اکرمؐ نے خود اس کا جواب دیا کہ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن مفلس ہوگا۔ ایک شخص دیکھے گا کہ اس کی نمازیں بھی ہیں روزے بھی ہیں اور اس کے اچھے اعمال بھی ہیں اور اس کی نیکیاں پہاڑ کی مانند ہیں ناگہاں ایک شخص کھڑا ہوگا اور وہ کہے گا کہ اس نے مجھے گالیاں دی تھیں ایک کہے گا اس نے مجھ پر تہمت لگائی تھی ایک کہے گا اس نے میرا مال کھایا تھا۔ ایک کہے گا اس نے میرا خون بہایا تھا۔ ایک کہے گا اس نے میری غیبت کی تھی چنانچہ اس کی نیکیاں کم ہو جائیں گی ان برائیوں کے بدلے دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑ کے برابر نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس دن دو بکریاں جنہوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا تھا انہیں بھی اکٹھا کیا جائے گا اور جس ظالم بکری نے مظلوم بکری کے سینگ توڑے تھے یا سینگ مارا تھا تو بدلہ لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے۔ اگر انسان کی نیکی ذرا برابر بھی ہوگی تو دیکھ لے گا۔ اگر ذرہ برابر برائی ہوگی تو بھی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اسطرح قرآن حکیم اور حدیث مبارکہ میں جنت اور اہل جنت کی بھی منظر کشی کی گئی ہے خدام کے ہاتھ پیالے جن سے روشنی نکلے گی جو مشرق تک پھیلی ہوگی۔ حیات جاودان عرش کے آنگن میں اللہ کریم کا دیدار بے شمار دروازے موتیوں کی چٹائیاں کلی کی طرح سفید چھت۔ بچھے ہوئے مسند مختلف قسم کے دسترخوان سرخ یاقوتی محلات، عمدہ لذیذ خوشبو دار مشروب، موتیوں کے خیمے، سرخ یاقوتی منبر، تازہ سفید کھجوریں، خوبصورت غلام، خوبصورت باغات، سفید موتیوں کے مرجان پاک نظر اور پاک دل حوریں، خوبصورت برتن، خدام بچے چاندی کے پیالے جنت کی نہریں، شراب طہور، پھولوں کی خوشبو کافور کے ٹیلے اور شیریں چشمے یہ خوش نصیب انسانوں کو اسی دن نصیب ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ نمازی باب الصلوٰۃ سے گزریں گے زکوٰۃ اور صدقہ دینے والے باب الصدقہ سے گزریں گے اور مجاہدین باب الجہاد سے داخل ہوں گے جنت میں مکانات اور درجات بھی مختلف ہوں گے۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں بلند مقام والے ایسے نظر آئیں گے کہ جیسے تم دنیا میں مشرق اور مغرب میں افق پر ایک ستارہ دیکھتے ہو۔

الغرض آئندہ آنے والی زندگی میں ہمیں برزخ کا تصور بھی ملتا ہے برزخ عربی میں پردے کو آڑ کو کہتے ہیں یہ تمام صورت حال ایک آڑ اور ایک پردے میں ہے اور جب انسان آنکھ بند کر لیتا ہے اور اس دنیا سے الوداع ہوتا ہے تو پھر وہ آئندہ آنے والے تمام حالات کو دیکھ لیتا ہے دوزخ کو دیکھ لیتا ہے۔

اخروی حیات میں شہید کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اس قدر درجہ بلند ہوگا کہ وہ ایسے ستر رشتہ داروں کی سفارش کر سکے گا اور ان کی شفاعت کروا سکے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ اور اسی طرح علماء دین ایسے عزیز و اقارب کی سفارش کر سکیں گے جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی کی ہوگی تو وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے رائی کے دانے کے برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

میدان حشر میں ہر انسان کے پاس اگر وہ دیندار ہے تو نور کی مشعلیں ہوں گی سورۃ الحدید میں ارشاد ہے کہ بعض کے پاس اتنا نور ہوگا جیسے انگوٹھوں کے برابر بعض ٹمٹماتے ہوئے چراغ ہوں گے بعض کے آگے نور ہوگا بعض کے بائیں طرف نور ہوگا ہر شخص اپنے اس نور کے اندر اپنا یہ سفر طے کرے گا اور ظاہر ہے کہ ان تمام اجرام فلکی زیر و زبر ہو چکے ہوں گے۔

کس قدر تاریکی ہوگی اور کس قدر اندھیرے کی دبیز تہیں ہوں گی۔

الغرض اس موقع پر ہر شخص اپنے ایمان کی روشنی میں اپنا سفر طے کرے گا۔ بعض لوگ مشکل سے اپنا قدم دیکھ سکیں گے۔ بعض کا اتنا نور ہوگا کہ وہ عرب سے یمن تک دیکھ سکیں گے

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آئندہ آنے والی زندگی کو کامیاب کر سکیں اپنے ایمان کے بل بوتے پر ہمیں نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث جو کہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں درج ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین غصب کرے گا تو اسے سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

عام حالات میں یہ حدیث مبارکہ سمجھ نہیں آتی لیکن ظاہر ہے کہ اس دن انسانوں کے اجسام اور عذاب کو بڑھا دیا جائے گا تاکہ ان پر عذاب مسلط ہو جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں بعض لوگوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ ان کے کان کی لو سے لے کر کندھے تک کا فاصلہ سات سو گز تک ہوگا تو ظاہر ہے کہ اسی نسبت سے ان کی گردنیں بڑھ جائیں گی اور وہ اتنی بڑھ جائیں گی کہ آسانی سے ان میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم زمین نہ غصب کریں نہ کسی کے حقوق کو پامال کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ اپنی زندگی ہی میں سچی توبہ کر لیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں احتیاط برتیں۔ اصل کامیابی آخرت کی زندگی میں کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُس زندگی میں کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

تبلیغ اسلام و اصلاح معاشرہ

ایک سوال ہے

کیا وقت پر آپ دفتر گئے؟ کیا آپ نے دیانتداری سے دفتری کام نبھایا؟ کیا آپ نے حصول انصاف کیلئے آنے والوں کے ساتھ انصاف کیا؟ کیا آپ نے دفتری اوقات کو دفتر کے کاموں میں ہی صرف کیا؟ کیا آپ نے دفتر کی جانب سے دی گئی سہولتوں کو خداوند تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر صحیح طور پر استعمال کیا؟ کیا آپ نے انفرادی پسند اور ناپسند سے لوگوں کا استحصال تو نہیں کیا؟ کیا آپ گروہ بندی فرقہ پرستی یا کسی تعصب کا شکار تو نہیں ہوئے؟ کیا آپ نے اپنے ذاتی کاموں کیلئے دفتری اوقات کو خرچ تو نہیں کیا؟ کیا آپ تجارت اسلامی اصولوں کے مطابق کر رہے ہیں۔ کیا آپ کا منافع جائز حد تک ہے؟ کیا آپ ناپ تول میں بے ایمانی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟ کیا آپ نے مال اس لیے تو نہیں روکا کہ اسے مہنگے داموں بیچیں؟ کیا آپ زیادہ منافع کی لالچ میں ملاوٹ کے قصوروار تو نہیں؟ کیا آپ ناجائز اشیاء کا کاروبار تو نہیں کرتے؟ کیا آپ گاہک دیکھ کر قیمت تو نہیں بتاتے؟ کیا آپ سچے اور دلی طور پر مطمئن ہیں کہ آپ رزق حلال کما رہے ہیں؟

کیا آپ کی دنیاوی پر تعیش رہائش اور نمود و نمائش رشوت کی مرہون منت تو نہیں؟ کیا آپ نے رشوت دینے اور دلانے میں کسی کی اعانت تو نہیں کی؟ کیا آپ کسی ظالم کی امداد کے مرتکب تو نہیں ہوئے؟ کیا آپ نے کسی کی مجبوری سے کسی سے ناجائز فائدہ تو نہیں اٹھایا؟ کیا آپ کا مسکن فانی حرام کمائی سے تعمیر تو نہیں ہوا؟ کیا آپ نے کالے دھن اور ناجائز دولت سے اپنی اولاد کی شکم پری تو نہیں کی؟ کیا آپ نے ذاتی مفاد کی خاطر کسی حقدار کا حق تو نہیں مارا؟ کیا آپ نے جھوٹی گواہی دے کر کسی معصوم انسان کو قانونی شکنجے میں جکڑا تو نہیں دیا؟ کیا آپ کی عبادت اور سخاوت میں ریا کا عنصر تو نہیں؟ کیا آپ کے چلن اور سخن میں تکبر تو شامل نہیں؟

کیا آپ کے دل کے اندر خانے میں خوفِ خدا اور روزِ جزا و سزا متمکن ہے؟ اے دینی بھائیو! اپنی دنیاوی فانی اور ناپائیدار زندگی کے روز و شب کے اعمال پر غور کرو کہ تم کن راستوں پر چل رہے ہو کیا یہ وہی راستے ہیں جو اللہ رب العزت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمتِ محمدیہ کیلئے مقرر کئے تھے اس عظیم دن سے ڈرو جس دن نہ تو اولاد نہ دولت نہ سفارش اور نہ ہی حسب و نسب کام آئے گا۔ بجز ان اعمال کے اپنے دن رات کے اعمال کا، تنہائی میں محاسبہ کرو اور اگر ان میں جھول نظر آئے تو خداوند قدوس کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگو کیونکہ یہ ربِ جلیل ہی بہتر جانتا ہے کہ تمہیں موت کب آ دبوچے پھر اس وقت کا پچھتانا بے کار ہو گا۔ (اصلاح معاشرہ)

نعت بحضور سرورِ کونین ﷺ

ریاض کامل بہاولپور

اک نور کا سحاب دل و جاں پہ چھا گیا
جب بھی خیالِ سرورِ کونین آ گیا

وہ ربِ جمیل ہے جس پہ جہاں کو ناز
ہم کو خدا کی ذات سے کرا آشنا گیا

وحدانیت کی ضرب سے اللہ کا حبیب
باطل کے جتنے بت تھے سبھی توڑتا گیا

ظلم و ستم کا [illegible] دنیا میں ہر طرف
آ کر وہ زندگی کا قرینہ سکھا گیا

اپنا لی جس نے سیرتِ کامل حضور کی
وہ مصحفِ حیات کا مفہوم پا گیا

"آج میں پٹڑی سے اتر گیا ہوں"

روٹی کا علم یا دین کا؟

"باباجی" سے ایک انٹرویو۔ سردار جہانگیر، ابو ظہبی

قارئین کرام! اداکاروں، فنکاروں، سماجی کارکنوں اور سیاستدانوں کے انٹرویو کرتے کرتے آج میں پٹڑی سے اتر گیا ہوں اور ایک ولی اللہ فقیر درویش کا تعارف کروا رہا ہوں۔ لوگوں سے سن رکھا تھا کہ یہ لوگ مصلحت اندیش نہیں ہوتے، باتیں بھی "روحانیت" کی کرتے ہیں۔ ملمع سازی سے کوسوں دور رہتے ہیں اسلئے ڈر رہا ہوں کہ مجھے تو یہ جوتے پڑنے میں پڑ نہ جائیں کہیں میرا "انٹرویو" نامکمل نہ رہ جائے کہیں۔

تقریباً تین سال پہلے کی بات ہے۔ جمعرات کا دن تھا۔ مجھے کسی کام سے دبئی جانا تھا طبیعت ناساز تھی میں نے اپنے ایک رشتہ دار اختر سے کہا۔ "دبئی جاتے ہیں تم راستے میں گاڑی ڈرائیو کرنا"

"واپسی کس وقت ہوگی؟"

"دیکھیں گے۔ ہو سکا تو رات گئے لوٹ آئیں گے ورنہ کل صبح آجائیں گے"

"تب تو میں نہیں جا سکتا کیونکہ آج جمعرات ہے اور ہر جمعرات کی رات ہمارا اجتماع ہوتا ہے۔"

"کیسا اجتماع؟ مجھے تو آپ نے آج تک نہیں بتایا۔؟"

"آپ جانا چاہتے ہیں۔؟"

اگلی جمعرات رات کو جب میں اختر کے ہمراہ ایک فلیٹ میں گیا تو پورا فلیٹ "اللہ ہو، اللہ ہو" کی صدا سے گونج رہا تھا بے شمار لوگ سر اوپر نیچے ہلا ہلا کر ورد کر رہے تھے۔

"یہ لوگ سر کیوں ہلا رہے ہیں۔ اس طرح سے تو انہیں چکر آنے لگیں گے۔ اللہ کا نام ہی لینا ہے تو بغیر جھومے بھی لیا جا سکتا ہے۔" میں نے اختر کے کان میں سرگوشی کی۔ اختر زیر لب مسکرایا اور بولا۔

"باباجی جب یہاں آئیں گے تو ان سے آپ کی ملاقات کراؤں گا۔"

"کون سے باباجی؟"

"جن کے ہم سب مرید ہیں۔"

"ارے یار تم بھی کس پیری مریدی کے چکر میں پڑ گئے ہو" بات ہی دی ختم ہو گئی۔ "یہ باباجی ہیں کون؟ ان کا نام کیا ہے؟"

"حضرت خواجہ صوفی محمد نقیب اللہ شاہ قادری، سہروردی، ابوالعلائی، نقشبندی، چشتی، صابری اور جہانگیری۔"

"بس بس یہ پورے محلے کا نام بتا رہے ہو یا ایک آدمی کا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک بار ملاقات کر لیں۔ یہ جو تم مجھ پر سوالات کر رہے ہو۔ باباجی کے سامنے بولیں تو مان جاؤں گا صحافت ہی نہ چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو" اختر نے دعوے سے کہا۔

"تب تو میں ضرور ملاقات کروں گا۔" میں اتنا کہہ کر ان لوگوں کو انہی کے حال پر چھوڑ کر باہر نکلا اور گاڑی اپنے گھر کی طرف موڑ لی۔ سارے راستے اپنی اس قوم کے بارے میں سوچتا رہا جو سیاست دانوں پیروں فقیروں کے ہتھے چڑھ چکی ہے۔

چند دن بعد ایک سرکاری دفتر میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ایک صاحب سے ملاقات ہوئی اور یہ انکشاف ہوا کہ موصوف بھی انہی باباجی کے مریدوں میں سے ہیں۔ حیران تھا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت بھی . . . . ؟ موصوف میری حیرت بھانپ گئے۔ فرمانے لگے۔

"سردار صاحب! مصروف دنیا میں ہر کوئی اپنے حال میں مست ہے۔ لیکن فقیروں والا زمانہ چلا گیا میں باباجی کا مرید ہوں تو میں نے ان میں کچھ دیکھا ہوگا تو تب ہی مرید بنا اور پھر باباجی کا مقصد حیات اسلام کی خدمت ہے۔ لوگوں کو برائی سے روکنا ہے اور اچھائی کی ترغیب دینا۔ خداوند کریم نے ان کے کلام کو اتنا پر تاثیر بنایا ہے کہ بے شمار ہندو، سکھ، عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں اور اب بھی ہو رہے ہیں باباجی ہمیشہ یہی عزم لئے بیرون ملک دوروں پر رہتے ہیں۔

اس کے بعد گاہے بگاہے ان صاحب سے ملاقات ہوتی رہی۔ باباجی سے ملاقات کی خواہش بڑھتی گئی۔ ایک دن اختر نے بتایا کہ باباجی آئے ہوئے ہیں۔ رات کے وقت تیار رہیں میں آؤں گا اور دونوں اکٹھے چلیں گے۔

میں جو کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوتا تھا بیباک بے لگام، آج اندر ہی اندر

ڈر رہا تھا نہ جانے میں اتنا خوفزدہ کیوں تھا۔ اچانک ایک ٹی وی ڈرامے کا جملہ یاد آگیا۔ "آدمی ہو کر آدمی سے ڈرتے ہو" اور میں قدرے مطمئن ہو گیا۔ رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے میں اور اختر ایک تین بیڈ روم فلیٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں مخلوق خدا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کمروں اور فلیٹ کے کشادہ ڈرائنگ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی مکمل سکوت تھا حتی کہ کہیں سے کھسر پھسر کی آواز بھی نہیں آرہی تھی۔ میں دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا اور اپنے بیٹھنے کی جگہ بنانے کی سوچ رہا تھا۔ بالکل سامنے گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے باباجی کی نظریں مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں سفید لمبی داڑھی اور دوستانہ سا چہرہ مجھ میں نظر ملانے کی تاب نہ تھی ہر بار چور نظروں سے دیکھتا تو پتہ چلتا باباجی ابھی تک مجھے ہی گھور رہے ہیں۔ ان کی نظر میں اس قدر کشش میں نے آج تک کسی اور شخصیت میں نہیں دیکھی تھی اپنی بے بسی کا احساس ہوا جلدی سے نظریں جھکالیں اور دروازے کے قریب ہی بیٹھنے لگا کہ باباجی کے اشارے پر ان کے ایک مرید نے مجھ سے کہا۔ باباجی آپ کو اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ گھبراتا ہچکچاتا آگے بڑھا لوگوں نے مجھے گزرنے کا راستہ دیا اور میں باباجی کے برابر فوم کے گدے پر بیٹھ گیا۔۔ جھجکتے جھجکتے ہاتھ ملایا۔

"کیا حال ہے؟" باباجی نے پوچھا۔

"جی ٹھیک ہوں۔"

"اسے بھول گئے جس نے ٹھیک رکھا ہوا ہے۔" باباجی نے پوچھا۔

میں نے دل ہی دل میں کہا "یا اللہ خیر!"

"باباجی میں آپ کا انٹرویو کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن کیوں۔؟"

"باباجی آپ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں میں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ کا انٹرویو کسی دینی رسالے میں شائع ہو۔"

"پوچھو کیا پوچھنا ہے؟"

"باباجی پہلے اپنا تعارف کرا دیجئے۔"

"میرا نام نقیب اللہ شاہ ہے۔ والد کا نام امیر زادہ اللہ شاہ ہے میں ۱۸۹۵ء میں جنوری کے مہینے میں بٹل ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوا اسکول سے تعلیم نہیں پائی مگر پشتو، اردو، فارسی، انگریزی، پوٹھوہاری، پنجابی، ہندکو اور ہندی زبان پر عبور حاصل ہے۔"

"باباجی آپ فقیری لائن میں کب سے ہیں؟"

"۱۹۱۵ء سے سجادہ نشین بغداد شریف سے کوئٹہ چمن میں بیعت ہوئے تصوف کے اسرار و رموز سے الجھے آگے بڑھتے رہے۔ موہڑہ شریف سے ہمارا روحانی تعلق ہے کیونکہ ہمارے والد محترم موہڑہ شریف سے بیعت ہوئے ہمارے دادا ابیٹ سوات میں حضرت پیر بابا کے مرید تھے۔"

"تو گویا سلسلہ موروثی ہے۔"

"اللہ اللہ کرتے ایک مدت گزری تو ایک شب رسول کریمؐ کا دیدار نصیب ان کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے مرشد کی تلاش میں سرگرداں ہوئے مگر نا رہے پھر ہم فوج میں چلے گئے جب ہم فرید پور ضلع بریلی گئے تو وہاں حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ سلطان الاولیاء سے ملاقات ہو گئی۔ فرمانے لگے "بیٹا میں تمہارے انتظار میں تھا" حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ ہی تھے جنہیں حالت رویا میں سرکار مدینہ نے شناخت کرا کر فرمایا تھا۔

"پہچان لو گے انہیں؟"

"میں نے حضرت قبلہ کو پہچان لیا۔" "دوسری جنگ عظیم کے دوران ہم منی پور آسام گئے وہاں سے بھی برما، چین اور پھر جاپان کا سفر کیا۔ اعلان پاک ہوا تو کشمیر آگئے اس وقت بھی ہم فوج میں تھے۔ ہم کو قبلہ مرشد نے خلافت نواز رکھا تھا اور مرید کرنے کی اجازت دے رکھی تھی چنانچہ فوج میں بے لوگوں کو مرید کیا۔ الحمد اللہ! آج پاکستان میں ہی نہیں بلکہ عرب، ایران، امریکہ فرانس، جرمنی، ہالینڈ، ناروے اور دیگر بہت سے ممالک میں بے شمار م ہیں۔" باباجی نے تفصیل بتائی۔

باباجی روائتی مولویوں کے سخت مخالف نکلے۔ فرمانے لگے۔

"مولوی نے روٹی کا علم سکھایا۔ دین کا نہیں۔ مولوی اللہ کا نام بیچ ہے اس لئے اسکی باتوں میں اثر نہیں۔ مولوی کے اپنے قول و فعل میں تض ہے معاشرے میں ہوس زر نے لوگوں کو دین سے دور کر دیا ان لوگوں کو دین سے نہیں دنیا سے لگاؤ ہے۔"

"باباجی! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے بے شمار غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ یہ درست"

"اللہ کے فضل و کرم سے سندھ میں بے شمار ہندو مسلمان ہوئے یورپ بے شمار انگریزوں نے اسلام قبول کیا۔ لوگوں کو مناظرے کر کر کے اسلام قبول کرا گناہگار کیسا بھی ہو۔ دربار میں آئے مرید ہوا۔ انشاء اللہ نیکوکار ہو گا۔ یہ سب خداوند کریم کا فضل و کرم ہے، میرے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، ایک

...ت فوج میں کرنل ہے۔ میں نے اپنے تینوں بیٹوں کو عظمت اللہ شاہ، قدرت اللہ شاہ اور سید حبیب اللہ شاہ کو خلافت دے دی ہے۔"

"بابا جی آپ کا پاکستان میں ٹھکانہ کہاں ہے؟"

"نقیب آباد جو لاہور قصور روڈ پر واقع ہے اور قصور سے نزدیک ہے۔ یہیں ہر سال عظیم الشان عرس منایا جاتا ہے جس میں نہ صرف ملک کے گوشے گوشے سے بلکہ بیرونی ممالک سے بھی لوگ شرکت کرنے آتے ہیں۔ ایک انتہائی خوبصورت مسجد بنوائی اور ایک ہسپتال بھی بنوایا ہے۔"

"بابا جی آپ کا مرید بننے کیلئے کیا کوئی خاص شرائط ہیں۔؟"

"کوئی شرائط نہیں تم بھی بن سکتے ہو۔"

"بابا جی ہمارے جریدے کی معرفت آپ لوگوں کو کوئی خاص پیغام دینا چاہتے ہیں۔؟"

"بس بندہ بن جاؤ معبود سے نسبت قائم کر لو۔ یہی بڑی بات ہے نماز میں اللہ کا دیدار کرو۔ یہی مومن کی نماز ہے۔ مختلف جگہوں پر ہمارے اجتماعات ہوتے ہیں۔ ہمارے باقاعدہ درس بھی ہوتے ہیں ان سے فیض حاصل کرو۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ بابا جی۔" میں اپنا پاکٹ سائز ٹیپ ریکارڈر بند کیا اور مصافحہ کر کے باہر نکل آیا۔ گھر پہنچنے تک میں یہی سوچتا رہا کہ کتنی مختلف ہے یہ شخصیت جو اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں نہ مولانا انہیں عملی کی نشست سے دلچسپی ہے نہ اخباری بیانات سے سروکار اپنی زندگی راہ اسلام میں وقف کر رکھی ہے۔ غیر مسلموں سے مناظرے کر کر کے اسلام قبول کروا رہے ہیں۔ ایک سچا عاشق رسول ؐ۔

اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے۔ آمین

ابر کرم

(ایم اے ٹی ستی)

تم ابر کرم ہو شہ دوسرا ہو — سوالی ہوں درد محبت عطا ہو
کوئی اس کی مستی سے کیا آشنا ہو — تمہاری نگاہوں سے جو پی رہا ہو
اسے کیا غرض ہے خطائے جہاں سے — جو روز ازل سے تمہیں چاہتا ہو
اسے کیا ڈبوئے گا طوفان عصیاں — تمہارے کرم کا جسے آسرا ہو
نہیں ہے تمہارے سوا اور کوئی — زمیں سے جو عرش بریں تک گیا ہو
تمہاری محبت کا طالب ہے ستی — تمہیں اس کی ہستی تمہیں مدعا ہو

بحضور مرشدی و مولائی سلطان اولیاء

الحاج فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب

کیسے کہوں میں اپنا تم یا سیّدی یا مُرشدی
مجھ پر بھی ہو لطف و کرم یا سیّدی یا مُرشدی
ہے منزل صبر رضا تو رہبری فرما ذرا
دشوار ہے اک اک قدم یا سیّدی یا مُرشدی
تیری ادائے دلبری کچھ جادو ایسا کر گئی
میں بے تحاشا ہوش گم یا سیّدی یا مُرشدی
ہر گام پر ہیں امتحاں میں ہوں نحیف و ناتواں
رکھنا مجھے ثابت قدم یا سیّدی یا مُرشدی
جس دل میں ہو جائے مکیں تو اے مرے ماہ جبیں
وہ دل بنے بیت الحرم یا سیّدی یا مُرشدی
تیرا ہی دم بھرتا رہوں تیرے ہی گن گاتا رہوں
جب تک ہے میرے دم میں دم یا سیّدی یا مُرشدی
درد محبت ہو عطا شاہ حسن رحم یا سیّدی یا مُرشدی
اتنا کرم ہو کم سے کم یا سیّدی یا مُرشدی
شاداب ہیں وہ گلستاں آباد ہیں وہ بستیاں
پہنچے جہاں تیرے قدم یا سیّدی یا مُرشدی
ستی مجھے کہتے ہیں سب ستی مجھے بنا بھی دیجئے
رکھ لیجئے میرا بھرم یا سیّدی یا مُرشدی

(ایم اے ٹی ستی)

پاکستان کے حوالے سے

سلسلہ نمبر ۳

ایسی حقیقت جس سے انکار ممکن نہیں

تحریر
محمد ضیاء الحق شیخ
بی اے - بی ایڈ

پاکستان کا مطلب کیا؟ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
لے کے رہیں گے پاکستان؟ بن کے رہے گا پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان۔

پاکستان اسلامی تشخص کا گہوارہ اور اسلام کا قلعہ جس میں اسلامی تمدن و تہذیب نے پروان چڑھنا تھا۔ پنتالیس سالوں میں اپنے لباس اور اپنی زبان کو مغربیت کی غلامی سے نجات دلا کر اسلامی معاشرہ کی آزاد فضا مہیا نہیں کر سکا۔ اس عرصہ میں کئی بار جمہوریت نے اپنی آمد کا ڈنکا بجایا۔ کبھی مارشل لاء کی دلہن نے وطن کا باورچی خانہ سنبھالا مگر ملک و ملت کو اسلام کا تمدن کوئی نہ دے سکا۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ مستقبل کے لائحہ عمل میں نظامِ تعلیم کو اس طرح ترتیب دیا جائے جس کی بنیاد کتاب و سنت رسول صلعم پر ہو۔ جس نظامِ تعلیم سے گزرنے کے بعد مسلمان بچہ اسلامی نظام میں پرورش پائے۔

اب اگر آپ پرائمری نصاب پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں۔ تو ششدر رہ جائیں گے۔ پہلی دوسری جماعت کے معصوم طالب علموں پر متعدد مضامین کا ایک ناقابلِ برداشت بوجھ لاد دیا گیا۔ یہ خواہش اپنی جگہ اچھی ہے کہ ہمارا بچہ دوسری تیسری جماعت میں ہی ارسطو و افلاطون کا ہم پلہ بن جائے۔ لیکن یہ خواہش قابلِ عمل نہیں۔ بچہ کی نومولودہ صلاحیتوں پر اتنا بوجھ لاد دیتے ہیں کہ وہ نشو و نما پانے سے قاصر رہتی ہیں اور چھوٹی عمر میں بہت سے علوم کا ماہر بنانے کے بجائے اس کو بنیادی قابلیت سے بھی محروم کر دیتے ہیں۔ ایسا نصابِ تعلیم کرنے والے دانشوروں کی عقل پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر اپنی قوم کے بچوں کے ساتھ سنگدلانہ سلوک کیوں روا رکھتے ہیں۔ جب ہماری تعلیم کی بنیاد ہی گونا گوں خامیوں سے عبارت ہو گی تو مستقبل کے بارے میں ہم کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ جب تک اس بنیادی خرابی کو دور نہیں کیا جائے گا اور تعلیمی پیشہ کے تقدس کو بحال نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک آنکھیں حصولِ مقصد کیلئے ترستی رہیں گی۔

تعلیم کا حصول اسلام کی بنیاد ہے۔ کیونکہ ناخواندگی عقلی، سماجی اور معاشرتی شعور پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ناخواندگی قوم میں اخلاقی پستی پیدا کرتی ہے۔ جو آہستہ آہستہ سیاسی غلامی کا سبب بنتی ہے۔ جس قوم کی تعلیم اپنے مذہبی عقائد اور اسلاف کے دیئے ہوئے قواعد سے روگردانی کرے۔ کبھی بھی اپنے آپ کو سیاسی حیثیت سے آزاد قرار نہیں دے سکتی اس لئے ضروری ہے کہ ہم اعلیٰ تعلیم کے مقابلہ میں ابتدائی تعلیم کو زیادہ اہمیت دیں اور ابتدائی تعلیم کی بنیاد اس طرح استوار کی جائے جس کی مضبوطی پر عمارت پائیداری کا مکمل یقین کیا جا سکے۔ اس بنیاد کیلئے ضروری امر حب الوطنی کا تقاضہ یہ ہے کہ حضرت قائد اعظمؒ کے احکامات کے مطابق اردو زبان کو فی الفور سرکاری و نیم سرکاری دفاتر میں عملاً نافذ کیا جائے۔ اس کے علاوہ مملکتِ خداداد کے وفاقی و صوبائی وزراء اعلیٰ افسران اور سیاسی رہنما اپنے فرائض نمٹاتے وقت قومی لباس زیبِ تن فرما کر عملی ثبوت فراہم فرمائیں۔ ساتھ ہی ساتھ تعلیم کے اعلیٰ مدارج میں اساتذہ کی اہلیت اور نصاب کی افادیت کو مدِ نظر رکھنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی کام کو خوبی و عمدگی کے ساتھ انجام دینے کیلئے مردانِ کار کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ جو بچے اپنے گھر میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد دوسرے علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مذہب کے متعلق اپنے دل میں اعتقاد اور ایمان کی ایک مضبوط بنیاد رکھتے ہیں۔ ابتدائی طور پر تعلیم کے سلسلہ میں والدین اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو ایسا ماحول دیں جو اُن کو بے دین اور مذہب سے بے تعلق نہ بنا دے۔ اگر والدین اور اساتذہ بچہ کی ابتدائی عمر سے اس کے سامنے اپنی زندگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے رہیں تو اُن کی زندگیاں دینداری میں مثال پیش کر سکتی ہیں۔ والدین اپنے بچوں کو بھوت۔ دیو یا جن سے ڈرانے کی بجائے اللہ سے ڈرایا کریں۔ کہ وہ اُن کے قصوروں کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ اُن کے ہر فعل سے پوری طرح واقف ہے وہ بُری باتوں کو ناپسند کرتا ہے اور وہ اس کی سزا ضرور دے گا۔ اسی طرح بچوں کو اس امر کی بھی تعلیم دی جائے کہ زندگی میں جو بیماری، دکھ اور تکلیف آتی ہے یہ سب سزائیں ہیں جو ہمارے قصوروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ بچوں کو ہر نئی چیز دیتے وقت سمجھایا جائے کہ ان اشیاء کا دینے والا اللہ ہی ہے۔

اسی طرح بچوں کو پریوں اور دیوؤں کی جھوٹی کہانیاں سنانے کی بجائے اپنے بزرگان دین اور نیک لوگوں کے سچے اور دلچسپ واقعات زندگی سنایا کریں۔ بہادر سپہ سالاروں کی کہانیاں نہ صرف پوری توجہ اور دلچسپی سے سنتے ہیں بلکہ اپنے اندر ایسے ہی کردار پیدا کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ اگر گھر اور سکول میں ایسی فضا پیدا کر دی جائے جس سے مذہب و دینداری کی مہک اُٹھ رہی ہو۔ تو ظاہر ہے بچہ اپنے قلب میں دین و مذہب کی ایک ایسی روح لے کر بڑا ہو گا جس کی بدولت وہ موجودہ دور کے تمام "ازموں" کا مردانہ وار مقابلہ کر کے زندہ رہ سکے۔

مقولہ ہے "زمانہ بہترین استاد اور دنیا بہترین کتاب ہے" مگر اصل کتاب میں صرف دو ہی اوراق ہیں۔ ایک زمین دوسرا آسمان۔ اب نظام تعلیم نے ان دو اوراق کے اندر جو کچھ پوشیدہ ہے مثلاً سورج ستارے سیارے، مشرق و مغرب، بر و بحر، کوہ صحرا اور سمندر کے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں تشریح کرتی ہے تاکہ بچے ان دو اوراق کو پوری طرح سمجھ پائیں۔

والدین اور اساتذہ کا بنیادی فرض ہے کہ وہ بچوں کو بتلائیں کہ دنیا میں ہر چیز کے دو پہلو ہیں۔ مفید بھی اور مضر بھی۔ مفید پہلو کو اپنایا اور اجاگر کیا جائے۔ اگر سلسلہ میں تعلیمی فلمیں بنائی جائیں۔ تو اُن سے کتب کی بہ نسبت معلومات میں زیادہ اضافہ کیا جا سکتا ہے اسی طرح کسی ملک کی تاریخ اور تہذیب کو بہتر اجاگر کیا جا سکتا ہے اس سے قوم کے کردار کی تعمیر میں نمایاں مدد لی جا سکتی ہے۔

خطرناک غلطیاں

ترتیب: محمد ضیاء الحق شیخ۔ راولپنڈی

- اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور لائق آدمی تصور کرنا۔
- ہر ایک سے بدی کرنا اور خود آرام میں رہنے کی توقع کرنا۔
- ہر شخص کے متعلق ظاہری صورت دیکھ کر رائے قائم کر لینا۔
- اس نیت سے عیب کرنا۔ کہ چند بار کر کے چھوڑ دوں گا
- بیکاری میں آئندہ کے لئے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش ہونا۔
- اپنا راز کسی کو بتا کر اس کے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا
- کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت پر مکمل کرنے کی امید رکھنا۔
- اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اس کی توقع رکھنا۔
- اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیہ کا امیدوار رہنا۔
- اس خیال میں مست رہنا کہ میں ہمیشہ تندرست خوبصورت اور تونگر ہی رہوں گا۔
- جو کام اپنے سے نہ ہو سکے اسے سب کیلئے ناممکن خیال کرنا۔
- لوگوں کی تکلیف میں حصہ نہ لینا مگر ان سے ہمدردی کی امید رکھنا۔
- ادائیگی قرض کے متعلق دلفریب ذرائع آمدنی کا تصور باندھ کر غیر ضروری اخراجات کیلئے بے دھڑک قرض لینا۔
- آزمائے ہوئے احباب کو دوبارہ آزمانا۔

بسلسلہ خلفائے راشدین

مولانا معین الدین

بدعات کا سدِ باب: تمام مذاہب کے مسخ ہوجانے کی اصل وجہ وہ بدعات ہیں جو رفتہ رفتہ جزوِ مذہب ہو کر اس کی اصلی صورت اس طرح بدل دیتے ہیں کہ بانیانِ مذہب کی صحیح تعلیم اور متبعین کی جدت طرازیوں میں امتیاز و تفریق بھی دشوار ہو جاتی ہے حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں اگرچہ بدعات بہت کم پیدا ہوئیں تاہم جب بھی کسی بدعت کا ظہور ہوا تو انہوں نے اس کو مٹا دیا۔ ایک دفعہ حج کے موقعہ پر قبیلہ احمس کی ایک عورت کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتی، انہوں نے اس کی وجہ پوچھی، لوگوں نے کہا اس نے خاموش حج کا ارادہ کیا ہے۔ یہ سُن کر آپؓ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ جاہلیت کا طریقہ ہے۔ اسلام میں جائز نہیں۔ تم اس سے باز آؤ اور بات چیت کرو۔" اس نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟" بولے "ابو بکر۔"

خدمت حدیث: حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں قرآن مجید کی تدوین و ترتیب کا جو کام انجام پایا اس کی تفصیل گزر چکی ہے ایک روایت کے مطابق انہوں نے تقریباً پانچ سو حدیثیں بھی جمع فرمائیں لیکن وفات کے وقت کے کچھ دن پہلے اس خیال سے ان کو ضائع کر دیا کہ شاید اس میں کوئی روایت خلاف واقعہ ہو تو بار ان کے سر رہ جائے گا۔ لیکن علامہ ذہبی نے اس خیال کی تغلیط کی ہے، یا انہوں نے احادیث کے متعلق نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا۔ صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے خاص طور سے فرمایا۔

ترجمہ: تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں روایت کرتے ہو اور جن میں تم باہم اختلاف رکھتے ہو۔ تمہارے بعد لوگ آئیں گے تو ان میں اور بھی سخت اختلاف واقع ہو گا اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت نہ کرو اور جو کوئی تم سے سوال کرے تو کہہ دیجئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی ایک کتاب ہے اس کے حلال کو حلال سمجھو اور اس کے حرام کو حرام قرار دو۔

لیکن اس سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیئے کہ مطلقاً روایت کا دروازہ بند کر دیا، بلکہ ان کی غرض صرف یہ تھی کہ جب کسی حدیث کی صحت پر کامل یقین نہ ہو روایت نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ خود بھی اس پر عمل پیرا تھے اور جب کسی روایت کی پوری طرح تصدیق ہو جاتی تو بغیر پس و پیش اس کو قبول فرما لیتے تھے ایک دفعہ دادی کی وراثت کا جھگڑا پیش ہوا چونکہ قرآن مجید اس کے متعلق خاموش ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل دریافت کرنا پڑا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ موجود تھے، انہوں نے کہا "میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے۔" احتیاطاً پوچھا۔ "کوئی گواہ پیش کر سکتے ہو" حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہو کر اس کی تصدیق کی، تو اسی وقت حکم نافذ کر دیا۔ بعد کو حضرت عمرؓ نے اس اصول سے زیادہ کام لیا آپ کے قبول حدیث کے اور بھی واقعات ہیں۔

محکمۂ افتاء: حضرت ابو بکرؓ نے مسائل فقہیہ کی تحقیق و تنقید اور عوام کی سہولت کے خیال سے افتاء کا ایک خاص محکمہ قائم کر دیا، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت جو اپنے علم و اجتہاد کے لحاظ سے تمام صحابہ میں منتخب تھے۔ اس خدمت پر مامور تھے اور ان کے سوا اور کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے عہد خلافت اسی پابندی کے ساتھ اس کو قائم رکھا۔

(باقی آئندہ)

خسارے سے بچنے والے لوگ

محمد ضیاء الحق شیخ
بی ایڈ

جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو حق نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے۔ (العصر: ۳) اس سورہ مبارکہ کی پہلی دو آیات میں اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ جس مقصد کیلئے انسان کو پیدا کیا گیا۔ انسان نے اس مقصد کو پسِ پُشت ڈال دیا اور اس سیدھی راہ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کر لی لیکن انسان اپنی نادانی کی بناء اپنے کھلے دشمن کو نہیں پہچان سکتا اس طرح وہ رحمٰن کا راستہ چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کر رہا ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں کافروں، منکروں اور مشرکوں کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ انسان خسارے اور گھاٹے کا سودا کر رہا ہے۔

اَللہ تعالٰے رحیم بھی ہے۔ اور کریم بھی۔ اس ناطے سورہ مبارکہ کی آیت تین میں وضاحت فرما دی۔ کہ خسارے اور گھاٹے سے بچنے والے لوگ کون ہیں؟ ایسے لوگوں کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان خصوصیات کے مالک وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالٰے کے نزدیک سرخرو، کامران و کامیاب ہیں۔ وہ خصوصیات حسبِ ذیل ہیں:۔

ایمان پہلی خصوصیت ہے۔ اللہ کی توحید و وحدانیت پر ایمان، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما ماننا، ملائکہ انبیاء اور آسمانی کتابوں پر بھی ایمان لانا شامل ہے۔ اس کے آخرت کا یقین رکھنا۔ کہ مرنے کے بعد خدا کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ جس پر جزا و سزا کا انحصار ہے۔ ایمان اخلاق و سیرت و کردار ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جس کے بغیر انسانی اعمال بے نتیجہ اور لاحاصل ہیں۔

ایمان کے بعد دوسری صفت جو انسان کو خسارے سے بچانے کیلئے ضروری ہے۔ وہ نیک اعمال ہیں۔ قرآن کی رو سے عمل بھی اس وقت عمل صالح نہیں ہو سکتا۔ جو اس ہدایت کے مطابق نہ کیا گیا ہو جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے دی ہے۔ اور نیک اعمال کے بغیر کوئی فرد خسارے سے نہیں بچ سکتا۔

صرف ایمان اور نیک اعمال ہی خسارے سے بچنے کیلئے ضروری نہیں ہیں۔ کیونکہ ایک فرد کے انفرادی فعل جبکہ اسلام کا مقصد ایسے معاشرے کا قیام ہے جو نیک اور صالح ہو۔ ہر باایمان فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ معاشرے کو بگڑنے نہ دے۔ اس لئے معاشرہ کے ہر فرد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین کریں۔ نیکی کی راہ اختیار کرنے کی ترغیب دیں اور برائی سے بچنے کی نصیحت کریں اس طرح حق پھیلتا رہے گا اور برائی کا خاتمہ ہو گا۔

حق کی نصیحت کے ساتھ افضل و اہم چیز جو اہلِ ایمان معاشرے کو خسارے سے بچانے کیلئے شرط لازم قرار دی گئی ہے۔ کہ اس معاشرے کے افراد ایک دوسرے کو صبر و استقامت کی تلقین کرتے رہیں۔ یعنی حق کی پیروی اور اس کی حمایت جو مشکلات پیش آتی ہیں اور اس راہ میں جن تکالیف، مشقتوں، مصائب، نقصانات اور محرومیوں سے انسان کو سابقہ پڑتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں وہ ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔ معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کی ہمت بندھاتا ہے۔ کہ وہ ان حالات کو صبر کے ساتھ برداشت کرے۔

حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے۔ کہ اگر انسان ہدایت و رہنمائی کا متلاشی ہو۔ تو اس کے لئے سورۃ العصر کافی ہے۔

محمد ضیاء الحق شیخ۔ بی ایڈ

تصوف: قارئین کی نظر میں

پرنسپل شیخ محمد یاسین نقیبی

خواہشات کا ایندھن: خواہشات ابن آدم کی نفسیاتی فطرت کی عکاسی کرتی ہے اور ان کی مقناطیسی کشش بنی آدم کو اکثر اوقات انسانیت سے بہت زیادہ دور لے جاتی ہے۔ سالک کو راہ سلوک میں سب سے زیادہ خواہشات کی افواج سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ خواہشات کے اس ایندھن پر جس میں ابن آدم مسلسل جل رہا ہے مختلف نقطہ ہائے نظر سے تبصرہ کیا جائے۔

متصوفانہ نفسیاتی تجزیہ: حدیث پاک کی روشنی میں ہر نومولود بچے کے معصوم ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس کے اعتقادات و کردار کی بعد ازاں تشکیل اس کے والدین کی تربیت اور ماحول اور سوسائٹی کے مطابق ہوتی ہے۔ روح انسانی ایک جوہر بسیط ہے جبکہ نفس انسانی ایک ایسا جوہر ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے نہ تو کثیف نہ لطیف گو یہ چار اراجہ عناصر کے تقاضوں کے پیش نظر حیات عنصری میں کثافت پذیر ہے کیونکہ حواس خمسہ کے ذرائع سے ماسوائی کثافتوں کا مواد اس کے گرد جمع ہوتا رہتا ہے۔ نفس انسانی میں ماسوائی کثافتوں کا دخول و وجود ہی انواع و اقسام کی خواہشات کو جنم دیتا ہے اور نفسانی انانیت مختلف حیوانی اور مخلوقاتی صفات سے متشکل ہوتی ہے۔ یہی کثافتیں نفسانی انانیت کے چراغ کیلئے تیل کا کام دیتی ہے اور اس چراغ کے شعلہ سے رنگا رنگ خواہشات کی شعاعیں پھوٹتی رہتی ہیں۔ نفس کی یہ شکل جو کہ جامع انکشافات اور سرچشمہ خواہشات ہے عرف عام میں نفس امارہ کہلاتی ہے۔

اس قدرتی طرز عمل کے تحت نفس انسانی میں خواہشات کا ایک ایسا وسیع سومنات قائم ہے جس میں ان گنت خواہشات کے بت بنتے مٹتے اور نت نئی شکلیں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ ہر خواہش کو جنم دیتی ہے اور ایک خواہش کی نفی سے کئی دیگر خواہشات تصویر پذیر ہو کر نئے رنگ میں ابھرتی ہے۔ گویا صیاد نفس انسان کی آن جانے کونت نئے دام فریب میں مبتلا کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ نفس کے کارخانہ میں ایک ایسی سائنٹیفک تنظیم قائم ہے کہ ایک خواہش کی تکمیل سے کئی مردہ خواہشات میں بے پناہ قوت پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس کے برعکس ذکر و فکر میں ایک خواہش کی نفی کے نتیجہ میں امر سے متعلقہ اس کی متعدد ذیلی اور ضمنی خواہشات مہلک تپ دق کا شکار ہو جاتی ہیں۔

مذہبی اور تاریخی نقطہ نظر: نفس انسانی میں خواہشات کے اس جہنم زار کو اگر سوز حقیقت کے آنسوؤں سے سرد نہ کیا جائے تو اس کا نتیجہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد تا حیات ختم نہیں ہونے پاتا اور قرآن کے انکشاف " اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (التکاثر - ۱-۲) کی عملی تفسیر چشم بینا کے سامنے آجاتی ہے۔ انسانی تاریخ میں خواہشات کی پوجا ہر دور میں ہوتی رہی ہے۔ روئے زمین پر پہلا ظلم عظیم یعنی انسان کے ہاتھوں انسانوں کا قتل ناحق نفسانی خواہش کا ہی رد عمل تھا۔ سرزمین حق انسانی خون سے داغدار ہو گئی۔ دنیا میں فسق و فجور اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوتا گیا یہاں تک کہ ابن آدم کی نفسانی خواہشات نقطہ عروج کو پہنچ گئیں۔ آج کی دنیا تو ان بتان کفر و شرک کا سومنات بنی ہوئی ہے اور یہ حقیقت بلاشبہ قابل تسلیم ہے کہ بالخصوص موجودہ دور میں خواہشات کی پیروی اور پرستش سے انسان کی زندہ و تابندہ آن یعنی آن اطاعت و نیابت کا حلیہ بگڑ چکا ہے اور انسان " احسن تقویم " کے مقام سے تنزل پذیر ہو کر اسفل سافلین کے تحت الثریٰ میں گرتا جا رہا ہے۔

؎ چار سو اک تماشا بپا ہے
"زندگی" موت میں مبتلا ہے

قسط نمبر ۲

شام کے مسافر

ابن حیات

یہ تینوں مسافر اپنی اپنی دھن میں خاموش کھڑے سوچ رہے تھے کہ اتنے میں ان کا رہبر واپس آیا اس کے ساتھ باغ کا بوڑھا چوکیدار بھی تھا۔ رہبر نے قریب آ کر کہا۔

"بابا جی۔ میں نے چوکیدار سے بات کر لی ہے۔ آپ اندر چلیں۔"

تینوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور چوکیدار کی رہنمائی میں اندر چلے آئے۔ چوکیدار کے مکان کا یہ اکلوتا کمرہ خاصا لمبا چوڑا تھا جس میں صرف دو چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک پھٹی ہوئی توشک چوکیدار کے افلاس کا پتہ دے رہی تھی۔ چوکیدار نے جب روشنی میں مسافروں کا لباس اور چہرے دیکھے تو اُسے فوراً احساس ہوا کہ یہ لوگ کسی بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی اس کا رویہ بدل گیا اس نے جلدی سے توشک اٹھا کر کونے میں پھینک دی اور مودبانہ انداز سے مسافروں کو چارپائی پیش کی۔ اس کے بعد چوکیدار نے رہبر سے مل کر مسافروں کا سامان اندر رکھوایا اور رہبر سے کہا کہ وہ اپنے گھوڑے کو کھیرل میں باندھ کر اندر آ جائے۔

گھوڑوں کے مالک نے بتایا کہ آپ کہیں دور سے آئے ہیں اور بستی میں جانا چاہتے ہیں۔

"ہاں بھائی۔ لیکن بارش نے ہمیں ایسے برے وقت پر گھیر لیا کہ ہم سب تمہیں تکلیف دینے پر مجبور ہو گئے۔"

چوکیدار مسافر کا لب و لہجہ دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ کوئی معمولی انسان نہیں فروتنی سے بولا۔

"جی نہیں مجھے ہرگز تکلیف نہیں ہوئی لیکن میں حیران ہوں کہ آپ کی تواضع کیلئے کیا پیش کروں۔ آپ لوگ طویل سفر کے بعد بھوکے ہوں گے اور میرے پاس اس وقت دودھ یا باغ کے پھلوں کے سوا کچھ نہیں۔"

"نہیں نہیں تم فکر نہ کرو۔ کھانے کیلئے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ میں سوچتا ہوں موسم ذرا ٹھیک ہو جائے تو ہم لوگ کسی طور بستی میں پہنچ جائیں۔"

چوکیدار چونک کر بولا۔

"لیکن اس وقت آپ کس کے ہاں جائیں گے۔"

"سردست بستی میں کسی کے ہاں بھی رک جائیں گے اس کے بعد ہم اپنے لئے کوئی ٹھکانہ خود ہی تلاش کر لیں گے۔"

چوکیدار نے ایک لمحہ ٹھٹھک کر کہا۔

"بستی میں تو صرف راجہ صاحب کا ایک محل ہی ایک ایسی جگہ ہے جو آپ کے قیام کیلئے موزوں ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر آپ ان کیلئے اجنبی ہیں تو مجھے امید نہیں وہ اس وقت آپ سے ملنا پسند کریں۔"

بوڑھے مسافر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ہم کسی مسجد میں رک جائیں گے۔ خانہ خدا کے دروازے تو ہر انسان کیلئے کھلے رہتے ہیں۔"

چوکیدار نے حیرت سے بوڑھے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مسجد ـــــ آپ لوگ واقعی اجنبی ہیں ورنہ آپ کو ضرور معلوم ہوتا کہ اس بستی میں کوئی مسجد نہیں۔"

تینوں مسافروں کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ انہوں نے بڑے تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ زینب کو تو اتنا اچنبھا محسوس ہوا کہ وہ چیخ پڑی۔

"پوری بستی میں کوئی مسجد نہیں ہے۔"

یہ انکشاف ایسے دھماکے کی مانند تھا کہ مسافر اپنے کانوں جھینگروں کی آوازیں سننے لگے۔

"کیوں بھائی۔ کیا یہاں مسلمان نہیں رہتے"۔ بوڑھے مسافر نے پوچھا

"جی نہیں۔ ہیں تو سبھی مسلمان"۔

"عجیب بات ہے سبھی مسلمان ہیں اور مسجد ایک بھی نہیں"۔

چوکیدار طنزاً مسکرا کر رازداری سے بولا۔

بات یہ ہے کہ اس وادی کا راجہ خدا سے ناراض ہے۔"

بوڑھا چیں بہ چیں ہو کر بولا۔

"میں سمجھا نہیں، تمہارا مطلب ہے راجہ مسلمان نہیں ہے"۔

"جی نہیں۔ راجہ بھی مسلمان ہے لیکن جس جگہ کا راجہ خدا سے دور ہو چکا ہو وہاں کی رعیت کتنی خدا پرست ہو گی۔ خاص طور پر اس وادی کی رعایا جو بالکل جاہل اور پھوہڑ قسم کی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ــــ کر دو اچانک چوکیدار خاموش ہو گیا جیسے اُسے اپنی کسی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔

بوڑھے اجنبی نے اسے متجسس نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"ہاں ہاں کہو۔"

چوکیدار آہستہ سے بولا۔

"جی کچھ نہیں۔ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ آپ لوگ کھانا کھائیں۔ کاش! میری بیوی یہاں ہوتی تو اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر آپ کو کھلاتی۔"

بوڑھے نے جلدی سے کہا۔

"نہیں نہیں۔ تم کوئی افسوس نہ کرو۔ ہمارے پاس اتنا کچھ ہے کہ ہم سب کا پیٹ بھر سکتا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ تم نے بات ادھوری چھوڑ دی"

چوکیدار پہلو بدل کر نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جو کچھ کہہ چکا ہوں وہ بھی نہ کہنا چاہیئے تھا۔ خدا نہ کرے اگر راجہ کو معلوم ہو گیا تو میری کھال نوچ لے گا"۔

تینوں مسافروں کی نگاہیں ایک ساتھ ٹکرائیں۔ تینوں سمجھ گئے کہ چوکیدار کی باتوں میں کوئی راز ہے۔ بوڑھے نے بڑی ملائم آواز میں چوکیدار سے کہا۔

"بھائی تم بلاوجہ ہار گئے۔ ہم تمہارے راجہ کے دشمن نہیں۔ اور نہ ہی ہم احسان فراموش ہیں کہ تمہاری باتیں راجہ سے کہہ دیں گے۔ ہم ایک خاص مقصد کیلئے یہاں آئے ہیں اور ممکن ہے کافی عرصہ تک بستی میں رہنا پڑے۔ تم نے اس وادی کے راجہ اور دوسرے لوگوں کے متعلق کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جو بڑی حیرت خیز ہیں۔ اگر تم مفصل حالات بتا دیتے تو ہم لوگ اندازہ کر لیتے کہ اس نئی جگہ میں رہتے ہوئے ہمیں کیسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے۔"

چوکیدار نے مسافروں کو عزت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

باتیں کچھ زیادہ ہیں تاہم آپ کھانا کھا لیں پھر میں کچھ عرض کروں گا۔ اور آپ وعدہ کر چکے ہیں کہ یہ باتیں کم از کم آپ کی زبان سے راجہ کے کانوں تک نہ پہنچیں گی۔"

بوڑھے نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

"تم کوئی فکر نہ کرو۔ اور جب ہم تمہیں اپنا مقصد بتائیں گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ ہم ہر ایک کو سلامتی کا پیغام دیتے ہیں۔"

بوڑھے کے اشارے پر حمیدہ نے بڑا چرمی تھیلا کھولا اور دو بڑے بڑے ٹفن کیریر نکال لئے۔ پھر ایک بڑا سا کپڑا فرش پر بچھایا اور اس پر کھانے کی تمام چیزیں چن کر رکھ دیں۔

اتنے میں بوڑھے نے چوکیدار کی مدد سے بستر کھولے اور دونوں چارپائیوں پر بچھا دیئے۔ زینب نے بوڑھے کو اتنا کہا کہ ہم لوگ اپنی آسودگی کی خاطر چوکیدار کو اس کی چارپائی سے محروم نہ کریں۔ چوکیدار نے یہ بات سن کر احتجاج کیا لیکن اس احتجاج میں مہمان نوازی کا تپاک شامل تھا۔

دوسری طرف کونے میں بیٹھا ہوا رہبر بھوکی نظروں سے دسترخوان دیکھ رہا تھا اسے ان سخت جان مسافروں پر بڑی حیرت تھی جو اپنے پاس عمدہ کھانے رکھتے ہوئے بھی اتنی دیر سے باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں اب وہ بیتابی سے دعائیں مانگ رہا تھا کہ یہ مسافر بسم اللہ کہتے وقت اسے فراموش نہ کر دیں۔ یہی رہبر اس وقت حیرت زدہ ہو گیا جب بوڑھے اجنبی نے اسے اپنے پاس بلا کر کھانے کی دعوت دی۔ احساس کمتری کے باعث پہلے تو اس نے قدرے پس و پیش سے کام لیا لیکن بوڑھے کا اصرار بڑا سخت تھا۔

زینب اور حمیدہ اپنے اپنے کھانا لے کر ذرا الگ بیٹھ گئیں۔ حمیدہ نے تو پہلی فرصت ہی میں جلدی جلدی ہاتھ مارنے شروع کر دیئے لیکن زینب بھوک کے باوجود آہستہ آہستہ کھا رہی تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ نوالے زینب کے منہ تک پہنچ کر رک رہے۔ آخر حمیدہ نے یہ کیفیت دیکھ کر مدھم آواز میں پوچھا۔

"باجی ـــــ کیا سوچ رہی ہیں آپ۔"

زینب نے چونک کر لقمہ منہ میں ڈال لیا اور آہستہ آہستہ چباتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں۔"

اس جواب پر حمیدہ نے گھور کر اپنی بڑی بہن کی طرف دیکھا۔ زینب کی نظریں بھی ملیں اور وہ سمجھ گئی کہ وہ جو کچھ سوچ رہی ہے حمیدہ بھی جان چکی ہے۔ ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے کے بعد دونوں مسکرا پڑیں۔

"باجی" حمیدہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے آہستہ سے کہا "ہم کہیں بھول کر کافرستان میں تو نہیں آ گئے۔"

زینب نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموشی سے اشارہ کیا۔

"بہرحال داد تو دیجئے کہ راہبر مسلمان، رعیت مسلمان اور مسجد ندارد۔"

"کیا یہ داد کا مقام ہے حمیدہ؟"

"نہیں ہے تو شرم کا مقام ـــــ"

"یہ بھی نہیں۔ خدا جانے صحیح حالات کیسے ہوں۔"

حمیدہ اپنی بہن کی طرف جھک کر بولی۔

"میں سوچتی ہوں کیا آپ ان لوگوں کو بھی کچھ کھا سکیں گی۔"

"انشاءاللہ۔"

"بسم اللہ راجہ سے کیجئے گا" حمیدہ منہ داب کر ہنس پڑی۔

"اچھا اچھا اب چپ ہو جاؤ۔ پہلے چوکیدار کی باتیں سن لیں۔"

کھانا ختم ہوا تو حمیدہ نے چوکیدار سے پانی منگوا کر برتن دھونے چاہے لیکن رہبر نے اظہار تشکر کے طور پر یہ کام اپنے ذمے لے لیا۔

فیصلہ ہو چکا تھا کہ یہ رات چوکیدار کے ہاں گزاریں گے۔ اس لئے حمیدہ اور زینب الگ ہو کر بیٹھ گئیں۔

یہ درویش جو اس روز دو جوان لڑکیوں کے ہمراہ کوثر کی وادی میں داخل ہوا دراصل سعید آباد کے مشہور عالم سجاد حسین تھے اور دونوں لڑکیاں ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ سجاد صاحب صرف شہر کے ہی نہیں بلکہ پورے ملک کے گنے چنے علماء دین میں سے ایک تھے انہوں نے اپنی عمر عزیز کا ہر ایک لمحہ دین فطرت کے مطالعہ اور عبادت میں گزارا تھا۔ زہد و تقویٰ ان کے وہ اوصاف حمیدہ تھے جن کے باعث سعید آباد کا ہر شہری انہیں احترام بھری نظروں سے دیکھتا تھا۔

سجاد صاحب کے ہاں صرف ایک بیٹی تھی جسے انہوں نے اپنے ہی طور طریقوں سے تربیت دی تھی اور جب وہ جوان ہوئی تو بیوی کے اصرار پر سعید آباد کے ایک بڑے بینک کے منیجر ملک ارشد علی سے بیاہ دی۔

ارشد صاحب اگرچہ شریف الطبع اور خوش اخلاق تھے لیکن ان کے ہاں سجاد صاحب کے گھر کی طرح سادگی اور دینداری نہ تھی

ارشد صاحب مغربی طرزِ زندگی بسر کرنے کے دلدادہ تھے اور شادی کے بعد انہوں نے اپنی بیوی کو بھی اپنی ہی راہ پر جھکا لیا۔

شادی کے بعد جب سجاد صاحب نے ارشد میاں کے اصلی رنگ روپ دیکھے تو بڑا دکھ ہوا۔ انہیں بڑی چوٹ اس بات پر لگی کہ ان کی باحیا اور مذہب پرست بیٹی نے جائے نماز کو عملی طور پر بالکل ترک کر دیا اور اب اپنے شوہر کے ساتھ داد عیش دیتی پھر رہی تھی۔

سجاد صاحب خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ انہوں نے کئی دفعہ اپنی بیٹی اور داماد کو سمجھا بجھا کر اعتدال پر لانے کی کوشش کی لیکن ان پر جلد ہی ثابت ہو گیا کہ شیشۂ فرنگ میں اتر کر نکلنا دونوں کے لئے ناممکن بن چکا ہے۔ بے بس ہو کر انہوں نے بیٹی اور داماد دونوں سے قطع تعلق کر لیا۔

کچھ عرصہ بعد ارشد صاحب کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

سجاد صاحب کو اطلاع ملی تو رنجشوں کے باوجود نہ رہ سکے اور جا کر بچی کو گود میں لے کر پیار کر لیا کچھ دیر دل ہی دل میں کوئی کلام پڑھ کر بچی کے منہ پر پھونکیں مارتے رہے پھر اپنی زبان سے اس کا نام زینب رکھا اور داماد کو اپنے دین کی طرف لوٹنے کی نصیحت دے کر لوٹ آئے۔

تین سال بعد ارشد صاحب کے ہاں ایک اور لڑکی پیدا ہوئی۔ لیکن اس مرتبہ سجاد صاحب خواہش کے باوجود بیٹی کے گھر نہ گئے۔ کیونکہ دونوں نے ان کی نصیحتوں کا اثر تک نہ لیا تھا۔ بیوی نے اصرار کیا تو اسے بھی ڈانٹ کر ارشد صاحب کے ہاں جانے سے منع کر دیا اور ارشد صاحب نے دوسری بیٹی کا نام حمیدہ رکھا۔

سجاد صاحب بیٹی اور داماد سے مایوس ہو ہی چکے تھے۔ اب انہیں ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ مغربی طرز کے گھرانے میں پرورش پا کر ان کی معصوم اور حسین دو بیٹیاں بھی غلط راستے پر چل پڑیں گی اور یہ خیال آتے ہی وہ تہ دل سے دعا مانگتے کہ خدا ان بچیوں کو ایسی تربیت سے محفوظ رکھے۔

خدا جانے سجاد صاحب نے کیسے کیسے موقعوں پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ بالکل صحیح وقت پر ان کی دعا قبول ہو گئی۔

ایک دفعہ ارشد صاحب کو سرکاری کام کے سلسلہ میں کراچی جانا پڑا تو تو بیوی کے پیار بھرے اصرار پر اسے بھی ساتھ لے گئے۔ چونکہ تیسرے ہی دن لوٹنا تھا اس لئے زینب اور حمیدہ کو ان کی آیا کے سپرد کر دیا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ "فارغ البال" ہو کر ہاکس بے میں آزادی سے قلانچیں بھری جا سکتی تھیں۔ لیکن ان کی یہ حسرت پوری نہ ہو سکی اور میاں بیوی کئی دوسرے بدنصیبوں کی طرح اس ہوائی جہاز کے حادثہ میں ہلاک ہو گئے جس میں دونوں سوار ہو کر کراچی جا رہے تھے۔

سجاد صاحب نے ہلاک ہونے والوں کی فہرست میں جب اپنی بیٹی اور داماد کا نام پڑھا تو انا للہ کہہ کر خاموشی سے کچھ سوچنے لگے۔

آخر جب نوحہ خوانی اور کفن دفن سے فارغ ہوئے تو اپنی معصوم دو بیٹیوں کو ساتھ لیا اور بیوی سمیت سعید آباد سے بیس کوس دور اپنے آبائی گاؤں سچلوانڑی میں آ بسے جہاں ان کی اپنی جائیداد بھی تھی۔ (باقی آئندہ شمارے میں)

شام کے مسافر

کی دوسری قسط قارئین کے اصرار پر حاضرِ خدمت ہے۔ پہلی قسط پڑھنے کے بعد کئی ایک حضرات نے پوری کہانی شائع کرنے پر زور دیا ہے مگر یہ ناممکن ہے۔ اس طرح ہمارے دوسرے مضامین رہ جاتے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین اس کہانی کو سلسلہ وار پڑھنا زیادہ موزوں اور آسان سمجھیں گے۔ (ادارہ)

MONTHLY SOO - E - HIRA RAWALPINDI R : 355
PAKISTAN Ph P.P. : 862925

یا اللہ — اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ — یا محمد ﷺ

اولیائے کرام و صوفیائے عظام کا سالانہ اجتماع

سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیین الفانی الذات،
سبحانی حضرت شاہ

عرس مبارک

مخلص الرحمن جہانگیری رحمۃ اللہ علیہ
آستانہ عالیہ مرزا جمیل شریف
قادری سہروردی نقشبندی چشتی

بتاریخ:-
۱۰-۱۱-۱۲ ذیقعد

حب الارشاد سیدنا خواجہ
صوفی محمد حسن شاہ سلطان الاولیاء
قادری سہروردی ابوالعلائی نقشبندی چشتی صابری
جہانگیری قصبہ محمد نور شریف تحصیل ... ضلع رام پور (انڈیا)

فمن ابصر فلنفسہ
ومن عمی فعلیہا
پس جس نے دیکھ لیا سو اپنے لئے اور
جو اندھا رہا سو اس کا وبال اس پر

زیر سایہ

خواجۂ خواجگان پیر طریقت رہبر شریعت عالی حضرت رفیع المنزلت
الحاج فقیر صوفی

محمد نقیب اللہ شاہ

مجددی نقشبندی
قادری سہروردی ابوالعلائی، چشتی صابری نظامی جہانگیری

نظام العمل

اوقات	۱۰ ذیقعد	۱۱ ذیقعد	۱۲ ذیقعد
بعد از نماز [illegible]	حلقۂ ذکر نعت خوانی	حلقۂ ذکر دربار حضرت بابا ...	قرآن خوانی
ظہر	نعت خوانی	نعت خوانی	قل شریف
بعد از نماز عصر	افتتاح عرس شریف	پوشاک مبارک محفل مبارک	محفل رنگ
بعد از نماز مغرب	نعت خوانی	نعت خوانی	تقسیم تبرکات و
بعد از نماز عشاء	صوفیانہ شاعری، تقاریر علماء کرام	محفل سماع	دعائے خیر

المعلن: العیالی الی الخیر محمد عظمت اللہ شاہ سجادہ نشین ملجاء و ماویٰ الستگان سلسلہ آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف ضلع قصور،
منجانب: ماہنامہ سوئے حرا راولپنڈی

پبلشر و ایڈیٹر صوفی محمد زمان نے جے بی پرنٹرز لیاقت روڈ راولپنڈی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سوئے حرا
مکان نمبر ۲ گلی نمبر ۱ مین بازار حافظ آباد ویسٹرج ۳ راولپنڈی سے شائع کیا۔ پوسٹ کوڈ نمبر ۴۶۰۰۰